روزے کے تقاضے

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من صام رمضان إيمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه .)) (متفق عليه)

''جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کی نیت سے رکھے، اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من لم يدع قول الزور و العمل به فليس لله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه .))(صحيح بخاري، رقم:١٩٠٣)

''جس نے (روزے کے باوجود) جھوٹ اور بے ہودہ گوئی نہ چھوڑی اور غلط کاریوں کو ترک نہ کیا تو اللہ کو ایسے روزے دار کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

روزے اور فاقے میں فرق!

پس صیام جو ہمارا علاجِ روحانی ہے، اگر اس سے شفائے روحانی حاصل نہ ہوتو حقیقت میں وہ صیام نہیں، فاقہ ہے اور ایسے صائم اور روزے دار جن کے صوم میں اتقا، تقدیس اور شکر کے عناصرِ ثلاثہ نہیں، وہ فاقہ کش ہیں، جن کی تشنگی اور گرسنگی ایک پھول ہے جس میں رنگ و بو نہیں، ایک گوہر ہے جس میں آب نہیں، ایک آئینہ ہے جس میں جوہر نہیں، اور ایک جسم ہے جس میں روح نہیں۔ اور کون نہیں جانتا کہ ایک گل بے رنگ و بو، ایک گوہر بے آب، ایک آئینہ بے جوہر، ایک جسم بے روح، بے حقیقت ہستیاں ہیں، جن کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اسی نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے:

((رب صائم ليس له من صيامه الا الجوع ، ورب قائم ليس له من قيامه الا السهر .)) (رواه ابن ماجه)

''کتنے روزے دار ہیں جن کو روزے سے بجز گرسنگی کچھ حاصل نہیں اور کتنے تہجد گزار ہیں جن کی نماز تہجد سے بے داری کے سوا کچھ فائدہ نہیں۔''

یہ کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے جسم نے روزہ رکھا لیکن دل نے روزہ نہیں رکھا۔ ان کی زبان پیاسی تھی، لیکن دل پیاسا نہ تھا، پس رحمت کا کوثر ان کے لیے نہیں کہ پیاسے نہ تھے۔ (مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

5 رمضان المبارک 1435ھ جمعۃ المبارک 04 تا 10 جولائی 2014ء

الاعتصام

ہفت روزہ

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

یکے از مطبوعات دارالدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 27 جلد 66

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	12/- روپے
سالانہ	:	500/- روپے
بیرونی ممالک سے	:	200/- ریال
		60/- ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

رمضان المبارک نیکیوں کا موسمِ بہار

محمد سلیم چنیوٹی

اللہ کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر رحمت ومغفرت بھرا مہینا رمضان المبارک نازل فرمایا۔سورۃ البقرۃ میں ارشاد فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ﴾[البقرۃ: ۱۸۳] ''اے ایمان والو!تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں۔''

رمضان المبارک کے روزے رکھنا اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ارکانِ اسلام میں سے کسی کا بھی انکار کفر ہے۔لہٰذا رمضان المبارک کے روزے ہر مسلمان کو رکھنے کا حکم ربانی ہے۔

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے ''احکام ومسائل رمضان المبارک'' کے سلسلے میں ترک روزہ کے متعلق ایک حدیث مبارک کنز العمال:۱/۲۸۱ سے نقل فرمائی ہے۔جو یہاں درج کی جارہی ہے:''نبی کریم ﷺ نے فرمایا دین پانچ چیزیں ہیں:ایمان،نماز،زکوٰۃ، روزہ، حج۔ان میں کا ہر رکن اسلام کی ایک اہم کڑی ہے۔ایک کڑی رہ جائے تو اسلام کی زنجیر خطرے میں ہے،مثلاً ایک شخص کلمہ گو ہے،نماز پڑھتا ہے،زکوٰۃ دیتا ہے لیکن روزے کا عمداً تارک ہے۔اللہ تعالیٰ کے ہاں ان میں سے کسی شیء کی وقعت نہیں ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان المبارک آجاتا ہے تو رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔(مسلم:۱۰۷۹) مزید فرمایا: جو شخص ایمان اور رضائے الٰہی کے لیے روزے رکھتا ہے،اس کے پہلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔''(بخاری شریف،حدیث:۱۹۰۱)

رمضان کا معنی ہے جلا کر راکھ کر دینے والا،تو جو آدمی اس ماہِ مقدس کے احکامات پر عمل کرتا ہے تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں یعنی یہ مہینا گناہوں کو بھسم کر دیتا ہے۔رمضان المبارک قرآنِ کریم کے نزول کا مہینا ہے۔قرآنِ کریم میں اللہ کے بندوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی ہے فرمایا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ﴾[البقرۃ: ۱۸۵]

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے رمضان المبارک میں ہر پل اور ہر لمحے نیکی کے طالب اور ہر برائی سے کوسوں دور رہتے ہیں۔رمضان المبارک کی پہلی رات ہی اللہ کریم آسمانِ دنیا سے اعلان فرماتے ہیں:"یا باغی الخیر اقبل" ''اے نیکی کے طالب آگے بڑھ۔''اور اسی طرح فرمایا: "یاباغی الشر اقصر" ''اے گناہ کرنے والے رُک جا۔''(ترمذی:۶۸۲)

روزے کی حالت میں ہر لمحہ ذکر اللہ، درود مسنون بر حضور نبی کریم ﷺ کا اہتمام، اعمالِ خیر کی رغبت، صدقات وخیرات کی تقسیم، غرباء ومساکین کی دلجوئی، سادہ اور سفید پوش افراد اور غریب رشتے داروں کے ساتھ حسنِ اخلاق کے ساتھ تعاون کرنا بڑے ثواب کے کام ہیں۔اسی طرح چغلی، تکبر، حرص وہوس، لالچ، بے ایمانی اور فراڈ جیسے اُمور سے اجتناب کرنا بھی ضروری ہے۔کسی کو حقیر سمجھنا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا یہ بدخصلت نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔اکرامِ مسلم ہر لمحہ ہر مومن کو مقدم رکھنا چاہیے۔

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ: روزے کی حالت میں جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی گلوچ اور تمام افعال سے جن میں ذم اور بے ہودگی پائی جاتی ہو ان سے عمداً کنارہ کش رہنا ضروری ہے۔ورنہ روزے میں نقص پیدا ہوگا۔اسی طرح روزے دار کو شہوانی گفتگو سے اور زیادہ بولنے سے اور فضول گوئی سے بہت احتیاط کرنا چاہیے۔کام کاج کے دوران بھی اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر، استغفار کی کثرت،

درود شریف کا وِرد، اُمورِ خیر کی رغبت اور اصلاح و تربیت کے پروگراموں میں شرکت رہے تو اس سے بھی اعمال میں بڑا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

سحری کھانا باعثِ برکت قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح ناداروں کو سحری کروانا، افطار میں شامل کرنا بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔

افسوس ہے ان لوگوں پر جو اس بابرکت اور مقدس مہینے کو لہو و لعب، فسق و فجور، عصیان و طغیان، برائی اور بے حیائی، غفلت اور بے پروائی میں گزار دیتے ہیں اور اس مبارک مہینے کی رحمتوں اور برکتوں کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے، ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے صحت مند اور عمل گریز مسلمان ایسے بھی ہیں جو روزہ نہیں رکھتے بلکہ اس سے بچنے کے لیے طرح طرح کے حیلے اور بہانے بناتے، رخصتیں ڈھونڈتے اور مکر و فریب سے کام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف کرتے ہوئے ایسے اُمور سے بچنا چاہیے۔ اللہ کریم علیم و خبیر ہے۔ باطن کو خوب جانتا ہے اور ظاہر کو بھی جانتا ہے۔

رمضان المبارک صبر اور خواہشات پر قابو کا مہینا ہے۔ اس ماہ مقدس میں محتاجوں اور غم خواروں کی مدد کرنا چاہیے۔ یہ روزے اور قرآن کا مہینا ہے، اپنے دلوں کو منور اور اپنی زبانوں کو تلاوتِ قرآن سے تر رکھنا چاہیے۔ قیام اللیل اور طلبِ مغفرت و بخشش خاص اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اعمالِ خیر کی توفیق ہمیشہ طلب کرتے رہنا چاہیے۔ یہ نیکیوں کا موسمِ بہار ہے اس میں ہر نیکی کا درجہ کئی گنا بڑھا کر ملتا ہے، اور ہر نیک عمل بڑے اجر کا باعث ہے۔ آیے رمضان المبارک کے ان لمحات سے فائدہ اُٹھائیں اور نیکیوں میں اضافے کرتے چلے جائیں۔ اللہ کریم توفیق سے نوازے۔ آمین یارب العالمین۔

غیر ملکی نقاب بھی اتاریں: عساکر پاکستان نے دہشت گردانہ کارروائیوں کی روک تھام کے لیے جس فوجی آپریشن ''ضربِ عضب'' کی بنیاد رکھی اور دہشت گردوں پر زمین تنگ کر دی ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق اس کارروائی میں دہشت گردوں کے کئی ایک ٹھکانے تباہ کر دیے گئے ہیں اور کئی ایک دہشت گرد ہلاک و زخمی بھی ہوئے ہیں۔ بعض اطلاعات میں بعض نے اپنے آپ کو ہتھیار ڈال کر فوج کے حوالے کرنے کا بھی اعلان کیا ہے۔ شمالی وزیرستان جو دہشت گردوں کا مضبوط ٹھکانا تصور کیا جاتا تھا پتا چلا ہے کہ اس میں کئی غیر ملکی اور غیر مسلم بھی دہشت گرد کارروائیوں میں ملوث ہیں بعض محبِّ وطن حلقوں کا گمان تو یہ ہے کہ سب دہشت گردانہ کارروائیاں ملک دشمن قوتوں کی طرف سے ہی کی جاتی ہیں۔ عساکر پاکستان کے ترجمانوں کو چاہیے کہ وہ ان غیر ملکی اور غیر مسلم دہشت گردوں کی تفصیلات سے بھی قوم کو آگاہ کریں اور ان کی ''پائپ لائن'' اور اس کے منبع کا بھی قوم کو بتلایا جائے کہ یہ پاکستان اور عساکر کے دشمن کون ہیں۔ ہمارے خیال میں اس سے عساکر پاکستان کا مورال بھی اونچا ہوگا اور پاکستانی عوام میں اس کا وقار بھی بلند ہوگا اور دنیا پر حقیقت واضح ہو جائے گی۔ مسلم امہ ان کا کریہہ چہرہ دیکھنے کی منتظر ہے۔ ان کے چہرے سے نقاب اُترنے سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

مہنگائی پر قابو پائیں: ہم دیکھتے ہیں کہ بازاروں میں اشیائے خورونوش کی قیمتوں میں ہوشربا اضافہ اور ناقص و ملاوٹ شدہ چیزوں کی کثرت نے عوام الناس کو بڑا پریشان کیا ہوا ہے۔ رمضان بازاروں میں سستی اشیاء کا اعلان تو ہوتا ہے مگر پھلوں، سبزیوں، گھی کوکنگ آئل، دال، بیسن کے علاوہ گوشت کی ناقص اقسام بھی بازاروں میں لائی جاتی ہیں۔ لاغر جانوروں کو ذبح کر کے ان کا گوشت مہنگے داموں فروخت ہونا یعنی پیسا بھی لوگ خرچ کریں اور اشیاء بھی ناقص ملیں تو دگنی پریشانی کا لاحق ہونا لازمی امر ہے۔ ان شکایات پر حکومت کے کارپردازان عوام کو تسلیاں تو دیتے رہتے ہیں مگر دکانداروں سے عوام جب اشیا خریدنے جائیں تو وہ اپنی مرضی سے نرخ وصول کرتے ہیں۔ پھلوں کی قیمتیں بھی کبھی ایک سطح کی نہیں رہتیں۔ پرچون فروش سے لے کر مارکیٹ کے عہدے داروں تک سبھی عیدی بنانے کے چکروں میں رہتے ہیں۔ یہ سب باتیں حکومت کو کنٹرول میں کرنی چاہئیں اور عوام کو اس ماہ مقدس میں تو صحت مند گوشت سستے داموں فراہم کرنے کا بندوبست اور عام اشیائے خورونوش اور سبزیاں و پھل عمدہ اور ارزاں ملنے چاہئیں۔

درس قرآن — قسط نمبر ۶۰

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری ﷾

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَابُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَاأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ٥﴾ [الصّٰفّٰت: ۱۰۲]

''پھر جب وہ اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا تو اس نے کہا اے میرے چھوٹے (سے) بیٹے! بلاشبہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ بے شک میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تو دیکھ تُو کیا خیال کرتا ہے؟ اس نے کہا اے میرے باپ! تجھے جو حکم دیا جا رہا ہے کر گزر، اگر اللہ نے چاہا تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔''

''غلام حلیم'' کی بشارت جس فرزند ارجمند کی دی گئی تھی اسی کے حلم کا ثبوت آئندہ کی آیات مبارکہ میں بیان ہوا ہے کہ جب وہ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا۔ "السعی" تیز چلنے کو کہتے ہیں اور یہ "عَدْوٌ" (سرپٹ دوڑ) سے کم درجہ کی رفتار پر بولا جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے اس وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی۔ (قرطبی وغیرہ)

تورات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عمر تیرہ سال کی ہوگئی تھی، چنانچہ ذکر ہوا ہے:

''ابراہیم ننانوے برس کا تھا جب اس کا ختنہ ہوا اور جب اس کے بیٹے اسماعیل کا ختنہ ہوا تو وہ تیرہ برس کا تھا، ابراہیم اور اس کے بیٹے کا ختنہ ایک ہی دن ہوا۔''

(پیدائش، ب:۱۷، آیت:۲۴، ۲۶)

اس کے بعد حضرت اسحاق کی ولادت ہوئی، ابراہیم علیہ السلام کی عمر تب سو برس تھی۔ اور اسحاق علیہ السلام کا ختنہ اس وقت کیا جب وہ آٹھ دن کا ہوا۔ (پیدائش، ب:۲۱، آیت:۴، ۵)

''السعی'' سے بعض نے عبادت اور نماز روزہ میں سعی مراد لی ہے۔

''معہ السعی'' میں مفسرین نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ وہ باپ کے ساتھ کام کاج میں شریک ہو گئے تھے اور ان میں کام کے لیے دوڑ دھوپ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی تھی۔ یہ صلاحیت نہ ہوتو باپ کی شفقت بیٹے پر ایسا بوجھ ڈالنے سے مانع ہوتی ہے۔

﴿قَالَ يَابُنَيَّ﴾ ''فرمایا اے میرے چھوٹے سے بیٹے!'' جو بیٹا چھیاسی سال کی عمر میں بوڑھے باپ کو ملا، سو سال کے قریب ہونے لگے تو بیٹا زندگی کی تقریباً تیرہ بہاریں دیکھ چکا اور وہ باپ کے ساتھ کام کاج میں قوت وبازو بن کے ان کا سہارا بننے لگا۔ ایسے محبوب اور لاڈلے اکلوتے کو شفقت بھرے الفاظ میں فرماتے ہیں اے میرے پیارے بچے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ تم دیکھو کہ تمھارا کیا خیال ہے؟ بیٹے سے خواب کا ذکر اور اس سے اس بارے رائے طلب کرنے کا مقصد یہ قطعاً نہیں تھا کہ انھیں اس بارے کوئی تردد تھا یا بیٹا اگر اس کے لیے آمادہ نہیں تو اس کی عملی تعبیر سے عذر کا پہلو نکالنے کا کوئی تصور تھا۔ بلکہ اس مشورے میں کئی حکمتیں مطلوب تھیں:

۱: بیٹے کے لیے دعا تو یہ تھی کہ مجھے نیک بخت بیٹا عطا فرما۔ تو کیا یہ میری اُمنگوں کے مطابق ہے۔ اور نیکی میں میرا ہمنوا ہے؟ ہمنوا ہے تو اس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

۲: بشارت ''غلام حلیم'' کی تھی انھیں سوال کے جواب سے اس کے حلم

وبردباری کا ثبوت مل گیا کہ ایسی وحشت ناک بات سن کر بھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔

۳: اگر اس بارے اسے پریشانی اور خوف ہو تو اسے تسلی دی جائے اور اللہ کی راہ میں قربان ہونے کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

۴: رضا ورغبت سے تسلیم کرتا ہے تو یہ اس کے لیے دنیا میں نیک نامی اور اطاعت کے اظہار پر اجر وثواب کا سبب اور آخرت میں اجرعظیم کا باعث ہوگا۔

۵: بیٹا اس عمل سے آگاہ ہو جائے تا کہ اسے برداشت کرنے میں آسانی ہو۔

٦: نیکی کے اُمور میں بھی مشورے کا جواز اس سے نکلتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اگر آدم علیہ السلام جنت میں درخت کا پھل کھانے کے بارے میں فرشتوں سے مشورہ کر لیتے تو پھل نہ کھاتے۔ (روح)

﴿ اِنِّی اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّی اَذْبَحُكَ ﴾ بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب حق ہوتا ہے جو وہ دیکھتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں۔ (ابن جریر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ہیں اور وہاں عمرہ ادا فرمایا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے لیے جانے کا اعلان فرما دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ میں بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں تو وہ بھی بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اور فرماں بردار بیٹے نے بھی اسے محض خواب نہیں سمجھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دیتے ہوئے باپ سے عرض گزار ہوئے:

﴿ اِفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ﴾ جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے بے دریغ اس پر عمل کیجیے میری طرف سے مطمئن رہیے ان شاء اللہ آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے۔

خواب کے ذریعے یہ حکم دینے کی حکمت یہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی کمال اطاعت گزاری ظاہر ہو جائے۔ خواب کے ذریعے دیے ہوئے حکم میں تاویلات کی گنجائش نکل سکتی تھی مگر ابراہیم علیہ السلام نے تاویلات کو اختیار کرنے کی بجائے اللہ کا حکم سمجھ کر ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اور فرزند ارجمند نے بھی سرِ مو اِس سے اغماض نہیں کیا۔ کتنا فرق ہے خلیل اللہ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی اطاعت گزاری میں! خواب میں دیے ہوئے حکم پر اُنھوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے مگر بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو اُنھوں نے اس سے راہ فرار کے لیے کئی بہانے بنا لیے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بڑی لطیف بات فرمائی ہے:

> ''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، یہ وہ منصب ہے جس میں کسی دوسرے کی شراکت کی گنجائش نہیں اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا کہ میرے خلیل کے دل میں میرے علاوہ کسی اور کی محبت رچی بسی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کو بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیا۔''

یہ ایک ابتلا تھا اور خواب کے ذریعے یہ حکم مزید ابتلا ہے کہ کہیں اسے خواب سمجھ کر نظر انداز تو نہیں کر دیتے۔



بقیہ : اللہ کی ذات اور عقلِ انسان

> ''وہی (اللہ) زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، دن اور رات کی گردش اسی کے قبضے میں ہے، کیا تمھاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی؟''

اس لیے ہم یہ بات کہنے میں حق بہ جانب ہیں کہ ہمارے پیارے نبی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے فضل سے اللہ کے بارے میں سوال کرنے سے منع کر کے بہت بڑے اور نہ ختم ہونے والے فتنے سے بچا کر انسانیت کے اوپر بہت بڑا احسان کیا۔

(باقی آئندہ)



درسِ حدیث

روزہ اور ضبطِ نفس

شیخ عمر فاروق، لاہور

"عن ابی هريرة ﷛ قال: قال رسول الله ﷺ: ((اذا كان يوم صوم احد كم فلا يرفث ولا يصخب ، فان سابه احد او قاتله فليقل: انی صائم .))" (متفق عليه)

"حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزے دار نہ تو برائی اور بے حیائی کے کام کرے اور نہ ہی شور وشغب کرے اور اگر کوئی اسے گالی گلوچ دے یا لڑنا چاہے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔ (دبی زبان سے الفاظ ادا کر کے یا ویسے ہی دل میں خیال کر کے فسادیوں سے الگ ہو جائے)"

انسان کا تمام تر شرف و کمال اس کے عمدہ اخلاق اور پاکیزہ عادات کی وجہ سے ہے۔ اچھی خوبیوں میں سے ضبطِ نفس بہت بڑی خوبی ہے۔ ضبطِ نفس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک اچھا انسان غم و غصے کی حالت میں، دُکھ درد میں، مصائب و آلام میں اور بھوک پیاس کی شدت میں بے صبر اور بے قابو نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وہ صبر وسکون اور ضبط وتحمل سے کام لیتا ہے۔ غیظ وغضب کی حالت میں دوسروں کو معاف کر دیتا ہے۔ مصائب اور تکالیف کو خندہ پیشانی سے سہتا ہے۔ امراضِ جسمانی اور عوارضات بدنی کو صبر وثبات سے برداشت کرتا ہے۔ جہاد اور ہجرت کے مواقع پر بھوک اور پیاس کی تکالیف اُٹھاتا ہے۔ یہی خوبی جہادِ زندگی میں اسے کامیابی سے ہم کنار کر دیتی ہے۔

دراصل زندگی کا کمال نفس کو قابو کرنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور شاید دنیا میں انسان کے لیے سب سے موذی اور تکلیف دہ چیز نفس کا بے قابو اور بے لگام ہونا ہے۔ نفس کی سرکشی فتنہ وفساد کا موجب ہوتی ہے۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ غم و غصے کے شرارے بھڑکنے لگتے ہیں اور برائیوں، بے حیائیوں کی آگ پھیل جاتی ہے۔ پھر انسانوں کی بستیاں درندگی کا نقشہ پیش کرتی ہیں بلکہ انھیں بھی مات کر جاتی ہیں۔ کرہ ارض پر جس قدر فساد اور تباہ کاریاں ہوئیں یا ہو رہی ہیں، اُن میں خباثتِ نفس ہی کا عمل دخل ہے۔ اگر یہ نفس درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر یہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس بات کو اس طرح سمجھایا ہے:

((ان فی الجسد مضغة ، اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله ، الا وهی القلب .))

"بے شک جسم میں ایک ایسا لوتھڑا ہے کہ جس کے سدھرنے سے سارا جسم سدھرتا ہے اور جس کے بگڑنے سے سارا جسم بگڑ جاتا ہے، جان لو کہ وہ دل ہے۔"

حقیقت میں بہادری اور عزیمت تو اس شخص کی ہے جو طیش اور غصے میں اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

((ليس الشديد بالصرعة انما الشديد الذی يملك نفسه عند الغضب .))

(متفق عليه بحواله رياض الصالحين)

"پہلوان وہ نہیں ہے جو مردوں کو پچھاڑ دے بلکہ حقیقی پہلوان تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے غصے پر قابو رکھے۔"

یہی ایسا بہادر اور جواں مرد ہے جو دنیا کی موذی ترین چیز کو زیر کر لیتا ہے۔کیا خوب کسی نے کہا ہے ؎

نہنگ و اژدھا و شیر نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

آیئے اب دیکھیں کہ روزہ ضبطِ نفس کی تربیت کیسے کرتا ہے۔
سب سے پہلی بات یہ ہے کہ روزہ ایسی مخفی عبادت ہے کہ جس کا راز بندے اور اس کے رب کے درمیان رہتا ہے یہ ٹھیک ہے کہ لوگوں کے سامنے سحری وافطاری کا انتظام ہوتا ہے۔اور کوئی شخص افرادِ خانہ کے سامنے ہی ان اوقات میں خور ونوش کرتا ہے مگر دن بھر علیحدگی میں کھانے پینے کے بہت سے مواقع میسر آسکتے ہیں کہ سوائے علیم وخبیر پروردگار کے کسی کو خبر بھی نہیں ہوسکتی،مثلاً غسل خانے میں نہاتے ہوئے پانی پیا جاسکتا ہے یا اپنے مطالعہ کے کمرے میں کھایا جاسکتا ہے۔مگر کوئی روزہ دار ایسا نہیں کرتا ہے اس لیے کہ اُس کا یہ عقیدہ اور یقین ہوتا ہے کہ اُس کا رب اُسے دیکھ رہا ہے اور یہی وہ مرتبہ احسان کا ہے جس پر بندۂ مومن فائز ہوتا ہے۔آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((ان تعبد اللّٰه كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك .))

''(احسان یہ ہے کہ)اللہ تعالیٰ کی بندگی اسی طرح کرو کہ گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو اگر تم اُسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔''

روزہ اسی جذبۂ احسان کو پروان چڑھاتا ہے۔اور ہر لمحہ روزے دار کو اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ دیکھو مولیٰ و مالک کی رضا کے لیے تم نے رزقِ حلال کو چھوڑ رکھا ہے تو حرام باتوں کو بہ درجہ اولیٰ ترک کر دو، وہ جھوٹ بولنے کا ارادہ کرتا ہے تو روزہ اُسے جھنجوڑتا ہے کہ دیکھو تمھارے اجر وثواب میں کمی واقع ہوجائے گی اس خیال کے آتے ہی وہ جھوٹ سے بچ جاتا ہے۔وہ کسی کو دھوکا دینے کا خیال کرتا ہے تو روزہ اُسے متنبہ کرتا ہے کہ یہ گناہ کا کام ہے۔دل میں احساس شرم ساری پیدا ہوتے ہی وہ اس گناہ سے بچ جاتا ہے۔

روزے کی مسلسل تربیت سے نفس میں نکھار پیدا ہوتا چلا جاتا ہے، اس لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((الصوم جنة .)) ''روزہ ڈھال ہے۔''

جس طرح میدان جنگ میں دشمن سے بچاؤ کے لیے ڈھال کام کرتی ہے اسی طرح روزہ بندۂ مومن کو برائیوں اور بے حیائیوں سے روکنے کے لیے ڈھال کا کام دیتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روزہ رکھنے کے باوجود ہم سے کئی لغزشیں اور خطائیں سرزد ہوتی ہیں،مثلاً: روزہ بھی رکھتے ہیں اور ناپ تول میں خیانت کرتے ہیں یا روزہ بھی رکھتے ہیں اور دوسروں کے حقوق پورے نہیں کرتے وغیرہ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ میدان جنگ میں ڈھال اسے ہی فائدہ دیتی ہے جو اسے استعمال میں لائے۔اسی طرح روزہ بھی اس شخص کے لیے ڈھال بنے گا جو اپنا محاسبہ اور نگرانی کرتا رہے اور ہر وقت اللہ کا خوف رکھتے ہوئے اپنا روزہ پورا کرے۔آنحضرت ﷺ نے یہی حقیقت ارشاد فرمائی ہے:

((من صام رمضان إيمانا و احتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه .))

(متفق علیہ بحوالہ ریاض الصالحین)

''جس شخص نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے،اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔''

ایمان اور احتساب کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کامل یقین کے ساتھ اپنے روزے کی ہر طرح سے حفاظت کی جائے۔زبان وبیان، دست و بازو اور نظر و فکر کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے اپنے آپ کو حتی المقدور بچایا جائے۔ہر آن اور ہر لمحہ اپنے رب پر نظر رہے کہ وہ

میرے ہر کام کو دیکھ رہا ہے، میرے نیک اعمال پر وہ مجھے جزا اور برے اعمال پر سزا دے گا۔ اس احساس کے قوی ہوتے ہی وہ نیکیوں کا راستہ اختیار کر لیتا ہے اور برائیوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ یہی ایمان واحتساب کی راہ ہے۔

قرآن حکیم میں جہاں روزوں کی فرضیت کا ذکر ہے وہاں اس کے نتائج وثمرات بھی بتائے گئے ہیں، ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

[البقرة: ١٨٣]

''مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بنو۔''

معلوم یہ ہوا کہ جب بندۂ مومن روزوں کو ایمان واحتساب سے پورا کرتا ہے تو وہ دولتِ تقویٰ سے بھی بہرہ ور ہوتا ہے۔ تقویٰ یعنی ہر وقت اللہ تعالی کا خوف دل میں سمایا رہے، اسے گناہوں سے دور رکھتا ہے اور ضبطِ نفس کی خوبی اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ جب اللہ کا خوف دل میں سمایا رہے تو وہ کسی پر ظلم وزیادتی نہیں کرتا بلکہ دوسروں کی غلطیوں پر عفو ودرگزر سے کام لیتا ہے۔ دکھوں اور تکلیفوں میں وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کی رحمت ومدد کا طلب گار رہتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہر سال رمضان آتا ہے اور چلا جاتا ہے، کیا ہم اس کے فیوض وبرکات سے فائدہ اٹھاتے ہیں؟ کیا ہماری زندگیوں میں کوئی انقلاب رونما ہوتا ہے؟ اس کا جواب ہمارے حالات سے مل جائے گا۔ ہماری معاشرتی زندگی میں اسلامی اخلاق وآداب ناپید ہو چکے ہیں یہاں تک کہ انسانیت کی کوئی رمق نظر نہیں آتی ہے۔

مسلم معاشرہ جس میں اتفاق واتحاد، اُخوت ومحبت، ہمدردی وغم خواری اور احسان ومروت کے پھول کھلتے ہیں، اب ہماری کوتاہیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے وہاں افتراق ونفاق، حسد وبغض، عداوت وبغاوت اور نفرت وکدورت کے کانٹے بکھرے ہوئے ہیں۔ ہمارے اس معاشرے میں قتل وغارت، چوری ڈکیتی، لوٹ مار، بچوں کا اغوا، خواتین کی عزتیں لٹنا، رشوت، اقرباء نوازی، چور بازاری ایسی بری عادتیں عام ہیں، پھر بھی مسلمان کے مسلمان ہیں! بہ قول حالؔی ؎

وہ ملت کہ گردوں پہ جس کا قدم تھا
ہر اک کھونٹ میں جس کا برپا علم تھا
وہ فرقہ جو آفاق میں محترم تھا
وہ امت لقب جس کا خیر الامم تھا
نشاں اس کا باقی ہے صرف اس قدر یاں
کہ گنتے ہیں اپنے کو ہم بھی مسلماں

اسی صوم وصلات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا تھا، ان کے آپس میں مہر ومحبت، اتفاق واتحاد نے انھیں ایسا مضبوط بنا دیا تھا کہ اللہ کی رحمت سے انھوں نے چار دانگ عالم میں حق وصداقت کا ڈنکا بجایا تھا اور اہل دنیا کو امن اور سلامتی سے آشنا کیا تھا۔ مگر کیا بات ہے کہ اسی صوم وصلات سے ہماری زندگیوں میں کوئی تبدیلی نہیں آرہی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہماری عبادات حقیقی روح سے خالی ہیں۔ آہ! بہ قول اقبالؔ ع

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی

اے رب کریم اپنی بے پایاں رحمتوں سے ہماری بگڑی ہوئی حالت سنوار دے۔ ہمیں علم وعمل کی وہی تابانی عطا فرما جو ہمارے اسلاف میں تھی، آمین۔

(الاعتصام، جلد: ۴۵، شمارہ: ۱۱، ۱۲)



اصلاحِ معاشرہ

جنات، کالا جادو اور نظر بد سے بچنے کی مسنون دعائیں
اور مسلمانوں کی دین سے بے خبری

عبدالغنی آلِ حسن

اللہ کے سچے دین اسلام سے دوری کا یہ نتیجہ ہے کہ کافروں، ملحدوں اور بے دین نظریات کے حامل لوگوں کی طرح آج کل اکثر نام نہاد مسلمان بھی ظاہر پرستی کے اس قدر دل دادہ ہو گئے ہیں کہ ہر چیز کو اس کے ظاہری اسباب ہی سے دیکھتے اور پرکھتے ہیں۔ اس کے روحانی اور باطنی اسباب کی طرف غور نہیں کرتے مثلاً کہیں زلزلہ آ گیا لاکھوں لوگ لقمہ اجل بن گئے تو وہ اس کی وجہ زیر زمین پلیٹیں ملنے کو قرار دیتے ہیں اسی طرح سیلاب کی تباہ کاریوں کا حال ہے جس سے بے شمار انسان، حیوان ہلاک اور لاکھوں ایکڑ زمین پر لہلاتی فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں تو وہ اُسے پہاڑوں پر گلیشیر کے پگھلنے کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، وعلیٰ ہذا القیاس زمین پر کوئی بھی بڑا حادثہ واقع ہو جائے تو وہ اسے صرف ظاہری عینک سے ہی دیکھتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہے۔ کبھی اس کے باطنی اسباب پر نظر نہیں کرتے کہ اُسے اپنے اعمال بد کا نتیجہ قرار دیں تاکہ اپنا محاسبہ کر کے گناہوں سے توبہ کریں اور اللہ غفور رحیم کی طرف رجوع کریں۔ ٹھہریے! ہر سانحہ اور آفت کو جدید سے جدید سائنسی ریسرچ سے جانچنے والے نام نہاد مسلمان قرآن مجید سے بھی تو ذرا پوچھیں کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ٥﴾[الشوریٰ: ۳۰]

''اے لوگو! تم پر جو بھی مصیبت اور عذاب نازل ہوتا ہے وہ تمھارے گناہوں کے سبب سے ہوتا ہے (ابھی تو ہم پورا پورا حساب نہیں لگاتے بلکہ) بہت سے گناہوں سے درگزر کر کے معاف فرما دیتے ہیں۔''

حالانکہ دنیا کی تکالیف اور مصائب سے بچنے کے لیے ظاہری اسباب سے زیادہ اصلاحِ اعمال اور توبہ واستغفار کی ضرورت ہے۔

اسی طرح جنات، کالا جادو اور نظر بد کے بارے میں بھی لوگ افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ کچھ تو اس قدر انتہا پسند ہیں کہ وہ سرے سے ان کے وجود کے منکر ہیں حالانکہ قرآن وحدیث میں ان کا وجود مسلّم ہے۔ اور کچھ دوسرے مسلمان ان سے اس قدر ڈرتے ہیں کہ اتنا اللہ تعالیٰ کی ذات سے بھی نہیں ڈرتے۔ ہر وقت ان کے شر سے بچنے کے لیے درباروں، آستانوں پر نذر مانتے اور نیاز بانٹتے نظر آتے ہیں حالانکہ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر اللہ نہ چاہے تو ساری دنیا مل کر بھی تجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ (بخاری شریف) اس لیے جنات، کالا جادو اور نظر بد کے بارے میں اعتدال کا جو راستہ ہے اس کے مطابق میں نے اختصار کے ساتھ اپنے مسلمان بہن بھائیوں کی راہ نمائی کی کوشش کی ہے۔ دعا ہے کہ ہماری اس مختصر سی کاوش کو اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے نوازے اور اس کو عوام الناس کے لیے نفع مند بنائے، آمین۔

جنات کی حقیقت:

یہ بھی انسان کی طرح اللہ کی مخلوق ہیں۔ انسان کی پیدائش مٹی سے اور جنات کی آگ سے ہوئی۔ تمام مخلوقات میں سے صرف انسان اور جن ہی دو ایسی مخلوق ہیں جو شریعت کے مکلّف ہیں اور صرف انھی کے لیے حساب وکتاب اور جنت وجہنم بنائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے

لیے ہی پیدا کیا ہے۔'' (سورت ذاریات:٥٦)

جن کا معنیٰ:

اس کا معنیٰ ہے چھپی ہوئی ، غائب چیز جو انسان کی نظروں سے اوجھل رہے البتہ جنات انسان کو ہر جگہ دیکھ سکتے ہیں۔ (المنجد)

جنات اور انسان کا تقابل:

اس میں شک نہیں کہ جنات میں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ طاقت رکھی ہے۔ وہ ہزاروں میلوں کا فاصلہ مختصر وقت میں طے کر لیتے ہیں اور جسمانی طور پر بھی کافی طاقت ور ہوتے ہیں۔ وقت طلب کام بھی پلک جھپکتے ہی کر لیتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو تکریم بخشی ہے، اس کا اندازہ درج ذیل آیت سے لگایا جا سکتا ہے:

''اور بلا شبہ یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو بہت عزت بخشی اور انھیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے جو مخلوق پیدا کی اس میں سے بہت سوں پر انھیں بڑی فضیلت دی۔'' (سورت بنی اسرائیل:٧٠)

حضرت انسان کے افضل و اعلیٰ ہونے پر قرآن یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ تمام سرکش شیاطین اور جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا گیا تھا جو ماہر معمار اور غوطہ خوروں تھے۔ (سورت صٓ:٣٧)

شیاطین اور جنات کے بارے میں عوام جو عقیدہ اور نظریہ رکھیں یہ ان کی مرضی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں جو فرمایا سچ وہی ہے:

﴿ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴾[النساء:٧٦]

''شیطان کے تمام مکر وفریب ضعیف اور کمزور ہیں۔''

شیاطین اور جنات کن لوگوں کو تنگ کرتے ہیں؟

جنات کا حملہ اکثر بے دین، مشرک، بے نمازی اور ناپاک لوگوں پر ہوتا ہے اور ایسے لوگوں پر جنات اور شیاطین جلد سوار ہوتے ہیں ان کو تنگ کرتے ہیں، ان کے گھروں میں سنگ باری کرتے ہیں اور ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں خون اور غلاظت ڈال دیتے ہیں اور کبھی ان کے اندر داخل ہو کر بہت تکلیف دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ان جنات اور شیاطین کا ایمان دار اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والوں پر کوئی زور نہیں چل سکتا۔ ان کا غلبہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو مشرک ہیں۔'' (سورت نحل:٩٩،١٠٠)

جادو کی حقیقت:

جادو کی حقیقت کے بارے میں اختلاف ہے۔ آیا یہ ایک تخیل ہے، یعنی نظر بندی، شعبدہ بازی اور ہاتھ کی صفائی ہے یا اس کی کچھ حقیقت بھی ہے؟ جیسے فرعون کے نجومیوں اور شعبدہ بازوں نے جب میدان میں رسیاں اور لکڑیاں ڈالیں تو دیگر لوگوں کی طرح موسیٰ علیہ السلام بھی انھیں اژدھا سمجھ کر پریشان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا ڈریے مت! آپ بھی اپنی لاٹھی ان کی طرف پھینک دیجیے آپ ہی ان پر غالب آئیں گے۔ (سورت طٰہٰ:٦٧-٦٩)

جادوگروں کی رسیاں اور لکڑیاں حقیقی سانپ نہیں تھے بلکہ انھوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا تھا اور لوگوں کو یوں محسوس ہوا کہ گویا وہ حقیقی سانپ ہیں۔ (سورت اعراف:١١٦)

حقیقت یہ ہے کہ جادو دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جو محض تخیل (وہم) ہوتا ہے جس میں شعبدہ بازی، ہاتھ کی صفائی کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے۔ دوسرا وہ جو حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔

حقیقی جادو کی پہچان:

حقیقی جادو کی پہچان یہ ہے کہ اس سے میاں بیوی کی محبت اچانک دشمنی میں بدل جاتی ہے۔ پھلتا پھولتا کاروبار اچانک بند ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک صحت مند آدمی اچانک کسی خطرناک بیماری کا شکار ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جیسے ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیماری میں گرفتار ہو گئے، بہت علاج معالجہ کیا مگر مرض کم ہونے کی بجائے بڑھتا گیا اور اس پر ایک برس کا عرصہ گزر گیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ نبی کریم

ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ یا اللہ! تُو بتا مجھے کیا تکلیف ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں میں نیند کی حالت میں لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس دو آدمی (فرشتے) آئے ایک میرے سرہانے کھڑا ہو گیا دوسرا پائنتی کی طرف۔ سرہانے والے نے پوچھا اس (نبی ﷺ) کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے۔ پہلے نے پوچھا کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے کہا ان پر خیبر کے یہودیوں کے اصرار پر قبیلہ بنوزریق کے ایک شخص لبید بن اعصم نے جادو کیا ہے۔ پہلے نے پوچھا اس نے کس طرح جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا اس نے نبی ﷺ کے گھر کے ایک یہودی خادم لڑکے کے ذریعے آپ ﷺ کے سر مبارک کے چند بال اور آپ ﷺ کی کنگھی کا ٹکڑا منگوا کر شہد کے موم میں بند کر کے ان پر دھاگے سے ایک ایک گرہ لگاتا جاتا اور پھر پھونک مار کر اس میں سوئی داخل کرتا جاتا، یوں پورے گیارہ گرہیں لگا کر کھجور کے خوشے کے غلاف میں بند کر کے اس کو ذروان کے کنوئیں میں ایک پتھر کے نیچے رکھ دیا۔

آپ ﷺ ساتھیوں کو لے کر اس کنوے پر تشریف لے گئے اس کا پانی نکال کر پتھر کے نیچے سے جادو کا گچھا برآمد کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آخری دو سورتیں لے کر نازل ہوئے۔ آپ ﷺ اس پر ایک ایک آیت پڑھ کر پھونک مارتے جاتے اور ایک ایک کر کے گرہیں کھولتے جاتے۔ جب تمام گرہیں کھل گئیں تو آپ ﷺ بھی صحت مند ہو گئے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم بہ حوالہ تفہیم القرآن: ۶/۵۵۵)

کیا شعبدہ باز جادوگروں کے پاس علاج کے لیے جانا جائز ہے؟

جنات اور جادو وغیرہ کے علاج کے لیے کسی مشرک جادوگر کے پاس ہرگز نہیں جانا چاہیے بلکہ صرف موحد اور دین دار عالم ہی کے پاس ہی جانا چاہیے کیوں کہ نبی ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ جو شخص کسی ایسے شعبدہ باز نجومی یا جادوگر کے پاس علاج کے لیے گیا جو علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے اس نے میری (یعنی حضرت محمد ﷺ کی) شریعت کا انکار کیا۔ (سنن ابی داود)

دوسری روایت میں ہے کہ جو مسلمان کسی ایسے نجومی اور نام نہاد عامل جادوگروں کے پاس گیا تو ایسے آدمی کی اللہ تعالیٰ چالیس روز تک نماز قبول نہیں فرماتا۔ (صحیح مسلم : کتاب السلام ، باب تحریم الکھانۃ)

اس لیے کسی مشرک، بدعتی اور بے نماز عامل کے پاس نہیں جانا چاہیے خصوصاً مسلمان خواتین کو زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کہ اس فتنے میں اکثر و بیشتر یہی مبتلا ہوتی ہیں۔

آدابِ دُعا:

انسان ماں کے پیٹ سے گونا گوں مسائل اور مشکلات لے کر پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ﴾ [البلد: ٤]

''ہم نے انسان کو بہت مشقت اور تکلیف میں پیدا کیا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ انسان پیدائش سے لے کر لحد میں اترنے تک گونا گوں مسائل اور پریشانیوں میں زندگی بھر گھرا رہتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا احسان دیکھیے کہ اس نے ہر قدم اور ہر موڑ پر ہماری دست گیری فرمائی، چنانچہ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے:

((ما انزل اللّٰه داء الا انزل له شفاء .))

(صحیح بخاري)

''اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری پیدا فرمائی ہے تو اس کا علاج اور دوائی بھی پیدا فرمائی ہے۔''

شریعت نے ہمیں ہر تکلیف اور پریشانی دور کرنے کی بھی دعا سکھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے دوا کے ساتھ دعا بھی کرتے ہیں۔ دعا کے سلسلے میں چند امور پیش نظر رہنے چاہئیں:

(۱) دعا اللہ تعالیٰ سے بغیر غیر شرعی وسیلے اور واسطے کے کی جائے۔

(۲) نماز، روزہ اور دیگر فرائض کی پابندی کی جائے۔

(۳) رزق حلال پر قناعت کی جائے اور حرام سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے۔

(۴) پورے خلوص اور توجہ سے دعا کی جائے، غافل کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

جنات، آسیب اور کالا جادو کے لیے مسنون دعائیں:

سورت فاتحہ، سورۃ البقرۃ کی ابتدائی پانچ آیات اور آیت: ۱۰۲، آیت: ۱۶۳، آیت: ۱۶۴، آیت الکرسی، سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات۔ سورت آل عمران کی آیات: ۱۸، ۱۹۔ سورۃ الاعراف کی آیات: ۵۴-۵۶، ۱۱۷-۱۲۲۔ سورت یونس کی آیات: ۸۱، ۸۲۔ سورت طہ کی آیت: ۶۹۔ سورۃ المومنون کی آیات: ۱۱۵-۱۱۸۔ سورۃ الصافات کی آیات: ۱-۱۰۔ سورۃ الاحقاف کی آیات: ۲۹-۳۳۔ سورۃ الرحمان کی آیات: ۳۵، ۳۶۔ سورۃ الحشر کی آیات: ۲۱-۲۴۔ سورۃ الجن کی آیات: ۱-۹۔ آخری تین سورتیں۔ سورۃ المومنون کی آیات: ۹۷، ۹۸۔ اور درج ذیل آیت:

"أَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِیْ لَيْسَ شَيْئٌ اَعْظَمُ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَبِاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى مَاعَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ." (مشكاة المصابيح)

عامل حضرات کی خدمت میں:

اس موقع پر ہم اپنے اُن علمائے کرام اور جناتی معالج بھائیوں سے گزارش کریں گے کہ وہ خلوص نیت کے ساتھ یہ کام کریں۔ آپ کے پڑھنے یا دم کرنے سے مریض کو فائدہ پہنچے تو رب کا شکر ادا کریں اگر آرام نہ آئے تو اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج کل روحانی، جسمانی اور نفسیاتی مریض میں فرق کرنا بہت مشکل ہے کیوں کہ ان کی علامتیں ملتی جلتی ہیں۔ اس لیے بالغ نظری سے پہلے چیک کر کے تسلی کرلیں کہ مریض کو اصل تکلیف کیا ہے؟ ہر بیمار پر آسیب یا کالا جادو کا فتویٰ لگانا بعد میں پریشانی کا باعث بنے گا۔ کسی غیر محرم عورت کو تخلیے میں ہرگز دم نہ کریں۔ اور سب سے اہم کام جس کی طرف توجہ کی زیادہ ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ مریض پر دم کرنے سے پہلے شیاطین اور جنات کے شر سے بچنے کے لیے پہلے اپنے آپ پر دم کرلیں۔

اگر دم کرتے وقت مریض کے منہ سے جن بولے اور وہ ناجائز اور شرکیہ چیز کا مطالبہ کرے یا ڈرائے دھمکائے تو اس سے مطلق نہ گھبرائیں بلکہ اس کو مریض سے نکل جانے کا حکم کریں کیوں کہ آپ اپنے اوپر دم کر کے اللہ کی پناہ میں آچکے ہیں اور سحر والی آیات اور آخری سورتیں بار بار پڑھ کر پانی میں اُنگلیاں ڈبو کر مریض کے چہرے پر چھینٹے ماریں اس سے جن خاموش ہو جائے گا اور مریض کی جان چھوڑ جائے گا۔ (ان شاء اللہ العزیز)

نظر بد کا لگ جانا حق ہے:

یہ بھی یاد رکھیے کہ نظر کا لگ جانا حق ہے اس کو تو ہم پرستی اور دقیانوسی سمجھنا سراسر غلط ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((العين حق .)) (صحيح بخاري)

''بری نظر کا لگ جانا حق ہے۔''

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''نظر بد کا لگ جانا حق ہے اگر تقدیر پر کوئی چیز غالب آسکتی ہے تو وہ بری نظر ہے اور اس کے اُتارنے کے لیے اگر تمھیں غسل کرنے کا کہا جائے تو انکار نہیں کرنا چاہیے بلکہ غسل کر کے وہ پانی ایک بڑے برتن میں جمع کر کے نظر لگ جانے والے کو دینا چاہیے تا کہ وہ تمھارے استعمال شدہ پانی سے غسل کر کے شفا پائے۔ (ابن ماجہ)

نظر بد کیسے لگتی ہے؟

نظر بد کا مطلب ہے کہ کسی کے حسن و جمال، مال و دولت، ترقی و خوش حالی، خوش گوار ازدواجی زندگی اور میاں بیوی میں پیار و محبت

دیکھ کر جلنا کڑھنا اور حسد کے مارے غصے میں ترچھی اور قاتلانہ نگاہوں سے ان کو دیکھنا اور دل میں کڑھتے رہنا کہ انھیں یہ نعمتیں کیوں حاصل ہیں یہ چیز نظر بد اور حسد کہلاتی ہیں۔عربی زبان میں نظر لگانے والے کو ''عائن'' اور جسے نظر لگ جائے اس کو ''معیون'' کہتے ہیں۔اسلام میں یہ بڑا گناہ اور عیب کی بات ہے۔نظر بد اور حسد سے بچنے کے لیے نبی کریم ﷺ ہر فرض نماز کے بعد ایک ایک بار صبح اور مغرب کی نماز کے بعد تین تین بار اور پھر رات کو سوتے وقت بھی اس سے اللہ تعالی کی پناہ مانگتے تھے یعنی ﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ یعنی اے اللہ! حسد کرنے والے کے شر سے اور نظر بد کے شر سے مجھے بچا۔نظر بد ہر ایک کو لگ سکتی ہے۔چھوٹے ہوں یا بڑے انسان ہوں یا حیوان یا کوئی اور چیز جیسا کہ ایک بار آپ ﷺ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا ان کے تمام بچے لاغر اور کمزور ہیں ان کا رنگ زرد پڑ چکا ہے۔آپ ﷺ نے پوچھا تمھارے بچے کمزور کیوں ہیں کیا تم غریب ہو؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا یہ وجہ نہیں بلکہ ہمارے بچوں کو نظر بد لگ جاتی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا تم ان پر دم کیوں نہیں کرتی اس نے کہا دم بھی کیا مگر آرام نہیں آیا۔آپ ﷺ نے فرمایا اپنا دم مجھے سناؤ ان کا دم سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: آئندہ اپنے بچوں پر ان الفاظ کے ساتھ دم کیا کرو۔(صحیح مسلم) تفصیل آگے آرہی ہے۔

نظر بد کا علاج:

اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ جب کوئی اچھی اور خوب صورت چیز دیکھو اور اُس کی تعریف کرنا چاہو تو ساتھ ''مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' ضرور پڑھ لو اس کے پڑھنے سے اس کو نظر نہیں لگے گی، ان شاءاللہ العزیز۔

اگر کسی کو نظر بد لگ جائے اور یہ بھی معلوم ہو کہ فلاں کی نظر لگی ہے تو نظر لگانے والے کو کسی بڑے برتن میں غسل کروا کر اس پانی سے جسے نظر لگی ہے، غسل کرایا جائے تو وہ ان شاءاللہ ٹھیک ہو جائے گا۔جیسا کہ ایک بار حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے غسل کے ارادے سے قمیض اُتاری ہی تھی کہ وہاں سے دوسرے صحابی عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا اُنھوں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا تم کتنے خوب صورت ہو اتنی خوب صورت سفید رنگ والی تو میں نے کوئی کنواری لڑکی بھی نہیں دیکھی۔اس کے فوراً بعد وہ صحابی بیمار ہو گئے اور انھیں شدید بخار ہو گیا۔نبی کریم ﷺ سے جب اس واقعے کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے عامر بن ربیعہ کو بلا کر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کیا تم اپنے بھائی کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ تم نے ان کے خوب صورت جسم کو دیکھ کر ''بارک اللہ'' کیوں نہ کہا؟ اس کے بعد ایک بڑے برتن میں ان کو غسل کروایا گیا پھر اس غسل والے پانی سے حضرت سہل رضی اللہ عنہ کو غسل کروایا گیا تو ان کی بیماری جاتی رہی اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئے۔

(نسائی،ابن ماجہ،احمد)

اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کس کی نظر لگی ہے یا وہ موقع پر موجود نہ ہو تو اس وقت مریض پر خلوص نیت کے ساتھ درج ذیل سورتیں اور دعائیں بار بار پڑھ کر دم کریں ان شاءاللہ آرام آجائے گا۔

نظر بد کے شر سے بچاؤ کی دعائیں:

سب سے پہلے سورت فاتحہ، آیت الکرسی اور پھر سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتیں پھر آخری تین سورتیں پڑھیے اس کے بعد درود ابراہیمی اور یہ دعائیں پڑھ کر جس کو نظر لگی ہے اس کو دم کیجیے:

❁......''بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْعَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ.'' (صحیح مسلم)

''اللہ کا نام لے کر تجھے دم کرتا ہوں ہر موذی چیز کے شر سے جو تجھے تکلیف دیتی ہے۔ہر نفس کے شر سے اور ہر حاسد کی نظر بد سے،اللہ تجھے شفا دے میں اللہ کے نام سے تجھے دم کرتا ہوں۔''

❁......''بِاسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيْكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيْكَ

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ وَشَرِّ کُلِّ ذِیْ عَیْنٍ . " (صحیح مسلم)
"اللہ کے نام کے ساتھ، وہ تجھے برکت دے اور وہ تجھے ہر بیماری اور ہر تکلیف سے شفا دے اور ہر حاسد کے شر سے بچائے اور بری نظر والے کے شر سے تجھے محفوظ رکھے۔"

❁......"اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ کُلِّ شَیْطَان وَهَامَّةٍ وَ عَیْنٍ لاَ مَّةٍ . "(صحیح مسلم)
"میں اللہ کے جامع کلمات کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں ہر شیطان اور ہر زہریلے جانور سے اور نظر لگانے والے کے شر سے۔"

❁......"اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْن . "(ابو داود)
"میں اللہ کے کامل کلمات کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں اُس کے غضب سے اور اس کے عذاب سے اور بندوں کے شر اور شیاطین کے وسوسوں سے اور اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ مجھ پر غالب آجائے۔"

آخری گزارش:

بہ حیثیت مسلمان ہمارا یہ ایمان اور پختہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ انسان کو زندگی میں خوشی وغمی، صحت و بیماری، غربت اور تونگری وغیرہ کے جو واقعات پیش آتے ہیں وہ قسمت کا حصہ ہے جو لکھی جا چکی ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور سیاہی خشک ہو چکی ہے۔ اب اس میں اضافہ ہو سکتا ہے نہ کمی۔ (متفق علیہ)

جب ہم اس بات کو دل و جان سے قبول کر لیں گے تو پھر زندگی میں ہر مصیبت اور ہر تکلیف کو برداشت کرنا ایمان کی قوت سے آسان ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹے کی جدائی میں بے قراری ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ اُنھوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ جب امتحان میں پورے اترے تو ایک کو اللہ نے شفا دے کر کھویا ہوا مال اور بیوی بچے واپس کر دیے اور دوسرے کے لختِ جگر کو ان سے ملا دیا۔

اسی طرح ہم بھی اپنی تکالیف اور پریشانیوں میں اُن کے نقشِ قدم پر چلیں اور پیارے نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق دوا اور علاج معالجہ کے ساتھ ساتھ قرآنی اور مسنون دعائیں پڑھ کر صحت و تندرستی کی دعائیں کرتے رہا کریں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ان دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائیں گے، بہ صورت دیگر ہماری یہ دعائیں ہمارے لیے ذخیرہ آخرت بنیں گی اور ہماری بیماریاں ہمارے لیے آخرت میں ذریعہ نجات ہوں گی، ان شاءاللہ۔

آپ ﷺ جب کسی کی بیمارپُرسی کے لیے تشریف لے جاتے تو فرماتے:

((لا بأس طهور ان شاء الله .))

(صحیح بخاری)

"کوئی بات نہیں، اگر اللہ نے چاہا تو یہ بیماری تجھے گناہوں سے پاک کر رہی ہے۔"

اس لیے ایسے موقع پر بے صبری کا مظاہرہ کرنا یا غیر اللہ سے شفا مانگنا ایک موحد اور اللہ کو ارحم الراحمین ماننے والے مسلمان کا شیوہ قطعاً نہیں ہو سکتا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے فتنہ وفساد سے بچائے اور دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے، آمین۔

ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار . وصلی الله تعالی علی خیر خلقه محمد وعلی آله واصحابه واهل بیته وذریته اجمعین .



احکام ومسائل

نماز تراویح: فضائل ومسائل

قاری محمد طلحہ رشید (رفیق دارالمعارف، لاہور)

رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمتوں اور برکتوں کو سمیٹنے کے ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ نماز تراویح ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس عمل میں سستی وکاہلی کا مظاہرہ کرتی ہے اس کا سبب شاید ان کا اس عظیم عمل کی عظمت اور اس کے اجر وثواب سے نابلد ہونا ہے۔ اس فکر کے پیش نظر زیریں سطور میں اس نماز کی اہمیت اور اس سے متعلق چند فضائل ومسائل قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں تاکہ اس سے کماحقہ مستفید ہوا جاسکے۔

قیام اللیل (نماز تراویح) کی فضیلت:

کلام خداوندی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا o﴾ [الفرقان: ٦٤]

''اور وہ لوگ جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔''

قرآن کریم میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا﴾[السجدة: ١٦]

''ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں، وہ اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں۔''

اس نماز کی اہمیت کی بابت آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((يعقد الشيطان على قافية رأس احدكم ثلاث عقد إذا نام ، بكل عقدة يضرب عليك ليلا طويلا ، فاذا استيقظ فذكر الله عزوجل انحلت عقدة ، واذا توضأ انحلت عنه عقدتان ، فاذا صلى انحلت العقد فأصبح نشيطا طيب النفس وإلا أصبح خبيث النفس كسلان .)) (صحيح مسلم ، رقم: ٧٧٦)

''تم میں سے جب کوئی رات کو سوتا ہے تو شیطان ہر ایک کی گردن پر تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر گرہ پر کہتا ہے کہ رات بڑی لمبی ہے پھر جب کوئی بےدار ہوا اور اس نے اللہ کو یاد کیا تو اس کی ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کیا تو دو گرہیں کھل گئیں اور جب نماز پڑھی تو ساری گرہیں ہی کھل جاتی ہیں تو وہ صبح کو تازہ دم اور پاکیزہ نفس اُٹھتا ہے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو ناپاک نفس اور سست ہو کر صبح کرتا ہے۔''

اسی طرح ایک حدیث میں فرمایا:

((عليكم بقيام الليل فانه دأب الصالحين قبلكم وقربة الى الله عزوجل ومكفرة للسيئات ومنهاة عن الاثم .))

(سنن ترمذی، رقم: ۳۵۴۹)

''رات کا قیام ضرور کیا کرو کیوں کہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کی عادت تھی اور یہ باری تعالیٰ کی قربت، گناہوں کا کفارہ اور برے کاموں سے بچنے کا ذریعہ ہے۔''

قیام اللیل کی فضیلت کے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((افضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل .)) (صحيح مسلم ، رقم : ١١٦٣)

''فرض نمازوں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی نماز

رات کی نماز ہے۔''

رمضان کریم میں دیگر اعمال صالحہ کی طرح اس عمل کا ثواب بھی کئی گنا ہو جاتا ہے، اس لیے آنحضرت ﷺ اس کی ترغیب دیتے اور فرماتے:

((من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه.)) (صحیح بخاری، رقم: ۷۵۹)

''جس کسی نے حالت ایمان اور ثواب کی اُمید پر رمضان میں قیام کیا تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

قرآن کریم کی آیات اور آپ ﷺ کے بیشتر فرامین طیبہ سے پتا چلتا ہے کہ نماز تراویح کی بڑی اہمیت ہے، اس کے غیر معمولی فضائل ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور متقی بندوں کی صفت ہے، وہ خصوصیت کے ساتھ اس کا اہتمام کرتے ہیں، ان کا یہ عمل اُن کے گناہوں کی بخشش، نیکیوں میں اضافے اور بے شمار دنیا و آخرت کے انعامات و اکرامات حاصل کرنے کا باعث ہوتا ہے۔

❁......نماز تراویح، تہجد، قیام اللیل، صلاۃ اللیل وغیرہ ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں کیوں کہ ان کا الگ الگ پڑھنا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

❁......رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں نماز تراویح کی امامت تین دن تک فرمائی، جیسا کہ صحیح مسلم میں موجود ہے:

"ان رسول اللّٰه ﷺ خرج من جوف اللیل فصلی فی المسجد فصلی رجال بصلاة فاصبح الناس یتحدثون بذلك فاجتمع اکثر منهم فخرج رسول اللّٰه ﷺ فی اللیلة الثانیة فصلوا بصلاته فاصبح الناس یذکرون ذلك فکثر اهل المسجد من اللیلة الثالثة فخرج فصلوا بصلاته فلما کانت اللیلة الرابعة عجز المسجد عن اهله فلم یخرج الیهم رسول اللّٰه ﷺ فطفق رجال منهم یقولون الصلاة فلم یخرج الیهم رسول اللّٰه ﷺ حتی خرج لصلاة الفجر فلما قضی الفجر اقبل علی الناس ثم تشهد فقال: ((اما بعد. فانه لم یخف علي شانکم اللیلة ولکنی خشیت ان تفرض علیکم صلاة اللیل فتعجزوا عنها.))''

(صحیح مسلم، رقم: ۷۶۱)

''آپ ﷺ درمیان شب نکلے، آپ ﷺ نے مسجد میں نماز پڑھی اور چند لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی، پھر لوگ صبح کو اس کا تذکرہ کرنے لگے۔ دوسرے دن اس سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اگلے دن پھر لوگ اس کا تذکرہ کرنے لگے، تیسرے دن اور زیادہ لوگ اکٹھے ہو گئے، آپ ﷺ مسجد میں آئے، لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب چوتھی رات ہوئی تو اس قدر لوگ جمع ہوئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی، آپ ﷺ اس رات تشریف نہ لائے یہاں تک کہ لوگ ''نماز، نماز'' کہنے لگے، اُس کے باوجود بھی حضور نبی کریم ﷺ نہ نکلے، یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لیے آپ ﷺ آئے، جب نماز مکمل کر لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، شہادتین پڑھا اور حمد وثنا کے بعد فرمایا: تمھاری رات کی حالت مجھ پر مخفی نہیں تھی مگر مجھے خوف تھا کہ کہیں تم پر رات کی نماز فرض نہ کر دی جائے اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز آ جاؤ۔''

اس سے پتا چلتا ہے کہ نماز تراویح با جماعت پڑھی جا سکتی ہے اور ان لوگوں کا خیال غلط ہے جو اسے با جماعت ادا کرنا بدعت خیال کرتے ہیں بلکہ آپ ﷺ نے اسے جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

((ان الـرجـل اذا صلـى مع الامـام حتـى ينصرف حسب له قيام ليلة .))

(سنن ابی داود، رقم: ۱۳۷۵)

''جب کوئی آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور اُس کے نماز کو مکمل کرنے تک اس کے ساتھ رہتا ہے تو اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے۔''

اس سے سمجھ آتی ہے کہ نماز تراویح با جماعت ادا کرنا افضل ہے۔

نماز تراویح کی رکعتوں کی مسنون تعداد:

نماز تراویح کی رکعات کی مسنون تعداد کے سلسلے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"مـاكان رسول الله ﷺ يـزيد فی رمضان ولا فی غيره علی احدی عشرة ركعة ."

(صحیح بخاری، رقم: ۱۱٤۷)

''رسول مکرم ﷺ رمضان اور غیر رمضان گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔''

لہٰذا معلوم ہوا کہ تراویح کی رکعتوں کی مسنون تعداد گیارہ ہے۔

❁......نماز تراویح رسول اکرم ﷺ سے نماز عشاء سے لے کر اذان فجر تک کے درمیانی وقت میں پڑھنا ثابت ہے، جیسا کہ صدیقہ کائنات جناب عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

"كـان رسول الله ﷺ يـصـلـی فيما بين ان يفرغ من صلاة العشاء الی الفجر ."

(صحیح مسلم، رقم: ۷۳٦)

''رسولِ خدا ﷺ (رات کی نماز) نماز عشاء کے بعد سے فجر تک کے درمیانی وقفے میں ادا کرتے تھے۔''

اسی طرح سے ایک اور حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے:

"مـن كل الليل اوتر رسول الله ﷺ من اول الـلـيـل واوسـطـه واخـره، فانتهی وتره الی السحر ." (صحیح مسلم، رقم: ۷٤۵)

''جناب رسول کریم ﷺ نے رات کے ہر حصے: اول، درمیان اور آخر میں وِتر پڑھا ہے۔ اور آخری عادت یہ تھی آپ ﷺ سحری کے وقت وتر پڑھتے تھے۔''

❁......کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ نماز تراویح پڑھنے کے لیے سونا ضروری ہے، یہ بات درست نہیں۔ البتہ اسے رات کے آخری حصے میں پڑھنا افضل اور بہتر ہے۔ اسی لیے رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

((فـان صـلاة آخـر الـلـيـل مشهودة وذلك افضل .)) (صحیح مسلم، رقم: ۷۵۵)

''بے شک رات کے آخری حصے کی نماز حاضر کی گئی ہے۔ اور یہ افضل ہے۔'' (یعنی رات کے پچھلے پہر نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، واللہ اعلم)

نماز وتر:

نماز تراویح کے آخر میں طاق اعداد میں پڑھی جانے والی نماز کو ''صلاۃ الوتر'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نماز وتر کی بڑی اہمیت ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((الوتر حق علی كل مسلم .))

(سنن ابی داود، رقم:۱٤۲۲)

''وتر ادا کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔''

❁......رسول ﷺ سے نماز وتر ایک رکعت، تین رکعات، پانچ رکعات، سات رکعات اور نو رکعات پڑھنا ثابت ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نماز وتر ایک رکعت پڑھنا درست نہیں ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان موجود ہے:

((ان الله وتر يحب الوتر .))

(صحیح مسلم، رقم: ۲٦۷۷)

''اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔''

وتر پڑھنے کے مسنون طریقے:

تین رکعات وتر پڑھنے کے دو طریقے ہیں: ایک تو یہ کہ دو رکعات پڑھ کے سلام پھیر دیا جائے اور پھر ایک رکعت پڑھی جائے۔
(صحیح مسلم، حدیث:۷۴۹)

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تین رکعات اکٹھی پڑھی جائیں اور آخری تشہد کے علاوہ تشہد میں نہ بیٹھا جائے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین رکعت وتر کو مغرب کی نماز کی طرح پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ حکم نبوی ہے:

((لا تشبهوا بصلاة المغرب .))

(مستدرك حاكم، رقم: ۱۱۳۷)

''تین رکعات وتر کو مغرب کی نماز کی طرح نہ پڑھو۔''

پانچ وتر بھی نبی کریم ﷺ نے تین وتروں کی مانند ہی ادا کیے ہیں، یعنی پانچویں رکعت کے علاوہ کسی رکعت میں تشہد نہیں کیا۔
(صحیح مسلم، حدیث:۷۳۷)

سات وتر پڑھنے کا نبوی طریقہ یہ ہے کہ ساتوں وتر ایک ہی تشہد کے ساتھ پڑھے جائیں۔ (سنن نسائی، حدیث:۱۷۱۸)

یا پھر چھٹی رکعت پر بیٹھ کر بغیر سلام پھیرے کھڑے ہو کر ساتویں رکعت میں تشہد کے بعد سلام پھیرا جائے۔ (سنن نسائی، حدیث:۱۷۱۹)

آپ ﷺ نے نو وتر اس طرح ادا کیے کہ آٹھویں رکعت پر بیٹھتے اور پھر سلام پھیرے بغیر ہی کھڑے ہو جاتے، پھر نویں رکعت پر سلام پھیرتے۔ (صحیح مسلم، حدیث:۷۴۶)

نبی اکرم ﷺ سے نماز وتر کے بعد بھی دو رکعت پڑھنا ثابت ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث:۷۳۸)

❁......لیکن یاد رہے کہ ایک بار وتر پڑھ لینے کے بعد اسی رات میں دوبارہ وتر ادا نہیں کیے جاسکتے کیوں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((لا وتران في ليلة .))

(سنن ابی داود، رقم: ۱۴۳۹)

''ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔''

❁......اگر کسی شخص کے رات کو وتر رہ جائیں تو وہ نماز فجر سے نماز ظہر کے درمیان ان کی قضا دے سکتا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

((من نام عن حزبه او عن شيء منه ، فقرأه فيما بين صلاة الفجر و صلاة الظهر ، كتب له كا نما قرأه من الليل .))

(صحيح مسلم، رقم: ۷۴۷)

''جو شخص اپنا رات کا وظیفہ کیے بغیر ہی سو گیا، پھر وہ اسے فجر اور ظہر کے درمیان پڑھ لے تو اس کے لیے ایسے ہی لکھا جاتا ہے گویا اس نے رات ہی کو پڑھا ہے۔''

❁......تین رکعات صلاۃ الوتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھنا مسنون ہے۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۱۱۷۱)

❁......نماز وتر میں آپ ﷺ قنوت عموماً رکوع سے پہلے کیا کرتے تھے۔ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ان رسول الله ﷺ كان يوتر فيقنت قبل الركوع ." (سنن ابن ماجه، رقم: ۱۱۸۲)

''رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔''

[قنوت وتر رکوع کے بعد بھی ثابت ہے۔ (المستدرک للحاکم:۳/۸۱۸)]

❁......قنوت وتر ہاتھ اُٹھا کر مانگنا آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

❁......قنوت وتر کی ثابت شدہ دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے:

"اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَ عَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّمَا قَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ ." (سنن ابی داود، رقم: ۱۴۲۵)

’’اے اللہ! مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں میں شامل کرلے جو ہدایت یافتہ ہیں اور مجھے عافیت دے کر ان بندوں میں شامل کرلے جو عافیت والے ہیں، مجھے اپنا دوست بنا کر ان اشخاص میں شامل کرلے جنھیں تُو نے اپنا دوست بنایا ہے اور جو کچھ تُو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس میں برکت ڈال دے۔ اور اس شر سے مجھے بچالے جس کا تُو نے فیصلہ فرمایا ہے بے شک تُو فیصلہ کرتا ہے تجھ پر کسی کا حکم نہیں چلتا وہ شخص کبھی ذلیل نہیں ہوسکتا جس کا تُو دوست بن جائے اور وہ شخص کبھی عزت نہیں پاسکتا جس کا تُو دشمن بن جائے۔ اے ہمارے رب! تُو بڑا بابرکت اور بلند و بالا ہے۔‘‘

اس دعا کے آخر میں ”نستغفرك ونتوب اليك“ کے الفاظ اور ”وصلى الله على النبى“ کے الفاظ مسنون نہیں۔

❁......وتروں کے بعد نبی مکرم ﷺ دوبار آہستہ اور تیسری مرتبہ بہ آواز بلند، لمبا کر کے مندرجہ ذیل کلمات پڑھتے:

((سبحان الملك القدوس.))

(سنن نسائی، رقم:۱٦۹۹)

’’پاک ہے بادشاہ، نہایت پاک۔‘‘

پھر ایک مرتبہ کہتے:

((رب الملائكة والروح.))

(السنن الكبرى للبيهقى، رقم: ٤٨٦٢)

’’جو ملائکہ اور روح (جبرائیل امین علیہ السلام) کا رب ہے۔‘‘

نوٹ: جس طرح مفترض (فرضی نماز پڑھنے والے) کے پیچھے نفلی نماز ہوسکتی ہے اسی طرح متنفل (نفلی نماز پڑھنے والے) کے پیچھے فرضی نماز بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث:۷۰۰)

اللہ تعالیٰ ہمیں ماہ رمضان میں دیگر اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ نماز تراویح کی اہمیت وفضیلت کو ملحوظ رکھ کر کتاب وسنت کے مطابق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

تعلیم وتربیت

دعوت کی اساس

قاری عبدالباسط (فاضل مدینہ یونیورسٹی ومدرس جامعہ لاہورالاسلامیہ، مرکز البیت العتیق)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا محمد و على اله وأصحابه ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين وبعد.

اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے پیروکاروں کا راستہ ہے۔فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [يوسف: ۱۰۸]

''آپ کہہ دیجیے میری راہ یہی ہے، میں اور میرے فرماں بردار اللہ کی طرف بلاتے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔''

بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں کا اہم فریضہ ہے تاکہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف گامزن کریں اور کفر سے نکال کر ایمان اور توحید و جنت کا راستہ دکھائیں۔

اور یہ دعوت بہت سارے بنیادی اور اہم اُصولوں پر مبنی ہے اگر کسی ایک اُصول کو بھی چھوڑ دیا جائے تو یہ دعوت صحیح منہج پر نہیں ہوگی اور نہ یہ دعوت ثمر آور ہوگی جیسا کہ بعض تحریکوں کی دعوت غیر موثر ہے کیوں کہ وہ دعوت کے اُصولوں سے ہٹی ہوئی ہے۔

اور یہ دعوت جن ستونوں پر قائم ہے ان میں سے بعض اہم اُصول درج ذیل ہیں:

۱۔علم:

دعوت دینے والا داعی اہل علم ہو جس چیز کی طرف دعوت دے رہا ہو اس کا علم بھی رکھتا ہوں کیوں کہ جاہل کے لیے درست نہیں کہ وہ دعوت دے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [يوسف: ۱۰۸]

''آپ کہہ دیجیے میری راہ یہی ہے، میں اور میرے فرماں بردار اللہ کی طرف بلاتے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔''

بصیرت علم کا نام ہے کیوں کہ داعی کو لازمی طور پر بعض ایسے لوگوں کا سامنا کرنا پڑے گا جو اس کے سامنے عجیب وغریب قسم کے شبہات وارد کریں گے اور غلط طریقے سے جھگڑا اور اختلاف کر کے حق بات کو دبانا چاہیں گے۔ تو داعی کو اَحسن طریقے سے علم پر مبنی جواب دینا پڑے گا، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ [النحل: ۱۲۵]

''اوران سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجیے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے جناب معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا:

((إنك تأتي قوما من أهل الكتاب......إلخ .))

(صحيح مسلم: ۱/ ۵۰)

''آپ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی قوم کے پاس جارہے ہیں۔'' (کیوں کہ یہود و نصاریٰ مختلف قسم کے شبہات وارد کرتے ہیں)

اگر داعی علمی اعتبار سے کمزور ہوا تو ابتدائے دعوت ہی میں شکست

کھا جائے گا اور دعوت دینے سے رک جائے گا۔

ویسے بھی جاہل آدمی علم کی بہ جائے لوگوں میں جہالت ہی پھیلائے گا، جیسا کہ بعض لوگ تبلیغ کے لیے نکلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سیکھنے کے لیے نکلے ہیں، حالانکہ یہ سیکھنے کا مقام نہیں ہے بلکہ سکھانے کی جگہ ہے۔ اسی وجہ سے وہ لوگوں میں جہالت عام کر رہے ہیں اور فضائل اعمال میں بعض موضوع اور من گھڑت قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کا وقت برباد کرتے ہیں۔

۲۔ دعوت سے پہلے عمل:

داعی باعمل انسان ہو۔ جس چیز کی دعوت دے رہا ہے پہلے خود اس پر عمل کرے تاکہ وہ لوگوں کے لیے نمونہ اور رول ماڈل ہو اور اس کے اقوال اور افعال کو دیکھ کر لوگ اس کی طرف کھنچے چلے آئیں۔ نہ کہ لوگ اس کی اپنی بدعملی کی وجہ سے اس سے دور ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی جناب شعیب علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ مَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ﴾[هود:۸۸]

''میرا ارادہ بالکل یہ نہیں کہ تمھاری مخالفت کر کے خود اس چیز کی طرف جھک جاؤں جس سے تمھیں روک رہا ہوں، میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝﴾ [الانعام: ۱۶۲]

''آپ کہہ دیجیے کہ بالیقین میری نماز اور میری قربانی اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا، یہ سب خالصتاً اللہ ہی کے لیے ہے۔''

اور فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝﴾[حٰمٓ السجدة:۳۳]

''اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔''

۳۔ اخلاص:

داعی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر دعوت دینے والا ہو، نہ کہ ریا کاری اور دکھلاوا اور بلند مرتبہ اور امارت کا حصول اس کا مقصد ہو۔ اور نہ ہی دنیا کے کسی اور لالچ اور طمع کے لیے دعوت دے کیوں کہ جب ان مقاصد میں سے کوئی بھی مقصد اس کا بن گیا تو پھر یہ دعوت اللہ کے لیے نہیں ہو گی بلکہ اپنی ذات کی طرف دعوت ہو گی۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

٭....﴿لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾[هود:۵۱]

''اے میری قوم! میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔''

٭....﴿لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا﴾ [هود: ۲۹]

''(میری قوم والو!) میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا۔''

۴۔ بہ تدریج دعوت:

داعی کو چاہیے کہ وہ پہلے سب سے اہم چیز کی طرف دعوت دے، پھر بہ تدریج دوسری چیزوں کی طرف آئے۔ سب سے پہلے لوگوں کے عقائد کی اصلاح کرے، اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دے اور شرک سے بچنے کی تلقین کرے۔ پھر نماز ادا کرنے کا حکم کرے، پھر زکات اور واجبات کو ادا کرنے اور محرمات سے بچنے کی تلقین کرے، جیسا کہ تمام انبیاء کا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾[النحل: ۳۶]

''ہم نے ہر اُمت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں (طواغیت) سے بچو۔''

اور فرمایا:

﴿وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ٥﴾ [الانبیاء: ۲۵]

''تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

اور جب نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو آپ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ آپ اہل کتاب کو دعوت دینے جارہے ہیں، سب سے پہلے ان کو کلمے کی گواہی کی دعوت دیجیے، اگر وہ آپ کی یہ بات مان لیں تو ان کو بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات میں ان کے اوپر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱/ ۵۰)

اور دعوت دینے میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہمارے لیے بہترین نمونہ اور کامل منہج ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں تیرہ سال رہے، اس سے پہلے کہ آپ ﷺ لوگوں کو نماز، زکات، روزہ اور حج کا حکم دیں اور اس سے پہلے کہ آپ ﷺ ان کو سود، زنا، چوری اور ناحق قتل کرنے سے روکیں، آپ ﷺ لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے رہے اور شرک سے منع کرتے رہے۔

۵۔ صبر:

اللہ کے راستے میں دعوت دینے میں داعی کو جو مشقت پہنچے اور لوگوں کی طرف سے جو اذیت ملے، اس پر صبر کرے کیوں کہ دعوت کا راستہ پھولوں کی سیج نہیں ہے بلکہ کانٹوں کا بستر ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام اس میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں جن کو ان کی قوم نے طرح طرح کی اذیتیں دیں اور ان کا مذاق اڑایا، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ لَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیۡنَ سَخِرُوۡا مِنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ٥﴾

[الانبیاء: ۴۱]

''اور تجھ سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ہنسی مذاق کیا گیا، پس ہنسی کرنے والوں کو ہی اس چیز نے گھیر لیا جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے۔''

اور فرمایا:

﴿وَ لَقَدۡ كُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَصَبَرُوۡا عَلٰی مَا كُذِّبُوۡا وَ اُوۡذُوۡا حَتّٰۤی اَتٰهُمۡ نَصۡرُنَا﴾ [الانعام: ۳۴]

''اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انھوں نے اس پر صبر ہی کیا ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری مدد اُن کو آن پہنچی۔''

بالکل اسی طرح جو لوگ بھی انبیائے کرام علیہم السلام کے راستے اور منہج پر چلتے ہیں ان کو تکلیفیں پہنچتی ہیں، لہٰذا ان پر صبر ضروری ہے، ورنہ داعی کام نہیں کرسکتا۔

۶۔ اخلاق وحکمت:

داعی کے لیے ضروری ہے کہ اچھے اخلاق سے آراستہ ہو اور دعوت دینے میں حکمت سے کام لے کیوں کہ یہ چیزیں اس کی دعوت کو موثر بنانے میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو حکم دیا کہ کائنات کے سب سے بڑے کافر فرعون کے ساتھ بھی نرم گفتگو کریں حالانکہ اس نے رب ہونے کا دعویٰ کیا تھا، فرمان الٰہی ہے:

﴿فَقُوۡلَا لَهٗ قَوۡلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوۡ یَخۡشٰی٥﴾

[طه: ۴۴]

''اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔''

اور فرمایا:

﴿اِذۡهَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰی٥﴾ [النزعات: ۱۷]

''تم فرعون کے پاس جاؤ، اس نے سرکشی اختیار کی ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ﴾ [آل عمران: ۱۵۹]

''اللہ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ سخت زبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چلے جاتے۔''

اور فرمایا:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ [القلم: ٤]

''اور بے شک تُو بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾[النحل: ١٢٥]

''اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو اللہ کی وحی اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجیے۔''

۷۔ نا اُمیدی سے گریز:

داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ بڑی مضبوط امید کا مالک ہو، تا کہ اپنی دعوت کے غیر موثر ہونے سے مایوس نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی تائید و مدد سے بھی مایوس نہ ہو اگر چہ دعوت دیتے دیتے کتنا لمبا عرصہ ہی کیوں نہ بیت جائے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت ایک بہترین نمونہ ہے، جیسا کہ اللہ کے نبی نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال دعوت دیتے رہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کفار کی طرف سے بہت سی تکلیفیں آئیں تو آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ آیا، کہنے لگا: اگر آپ حکم دیں تو ان کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کے رکھ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امید کی انتہا دیکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہوسکتا ہے کہ ان کی اولاد میں وہ شخص پیدا ہو جو صرف اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔''

جب کسی داعی میں یہ خوبی (طول امل) نہ پائی جائے گی تو وہ ابتدا ہی میں مایوس ہو جائے گا اور اپنا کام چھوڑ دے گا۔

یہ مختصراً دعوت کے کچھ بنیادی اصول اور قواعد ہیں۔ جب تک دعوت ان اصولوں پر مبنی نہیں ہوگی تو دعوت کا کچھ فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ ایسی دعوت ہویٰ پرستی پر مبنی تو ہوسکتی ہے، انبیاء کا منہج اور راستہ نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا صحیح دعوت کا طریقہ کار وہی درست ہوگا جو انبیائے کرام علیہم السلام کے منہج کے مطابق ہو۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں انبیائے کرام علیہم السلام کے منہج کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

أسأل الله عز و جل أن ينفع به المسلمين و يتقبل مني هذا الجهد القصير و يزيد في حسناتي .



بقيه : تبصره كتب

زیر تبصرہ کتابچہ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے جانے والے درود وسلام کے عنوان پر مرتب شدہ ہے۔ مولانا محمد ابراہیم محمدی خطیب مرکزی جامع مسجد منانیہ اہل حدیث وزیر آباد کی یہ کاوش یقیناً محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر ترتیب دی گئی ہے۔

درود شریف جو مسنون ہے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر پڑھنا بہت سے درجات کا باعث ہے سلام بھیجنا بھی ہر مسلم مرد وعورت کا فرض ہے۔ یہ درود وسلام من گھڑت اور مصنوعی یا بناوٹی نہیں ہونا چاہیے بلکہ حصولِ رحمت و فضل الٰہی کے لیے مسنون درود ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اعلیٰ صفات پر بھیجنا چاہیے۔ اللہ کریم اس کتابچے کو تمام مسلمانوں کے لیے مفید فرمائے، آمین۔



علوم ومعارف

قسط نمبر ①

اللہ کی ذات اور عقلِ انسان

ذیشان ظفر، سیالکوٹ

پیش نظر بحث یہ ثابت کرنے کے لیے نہیں ہے کہ اس پوری کائنات کو چلانے والا، ذرے سے کمال تک پہنچانے والا اللہ رب العزت ہے یہ الگ موضوع ہے جس کو بڑی آسانی سے سائنس، فلسفہ، منطق اور قرآن مجید سے بڑے سہل اور مدلل طریقے سے ثابت کیا جا سکتا ہے، موجودہ بحث دراصل اس گستاخانہ سوال کا جواب ہے کہ اگر اس کائنات کو بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا؟

جو لوگ اللہ کے بارے میں سوچتے ہوئے حدود کو عبور کر جاتے ہیں اور اللہ کے بارے میں گستاخانہ سوالات کرتے ہیں اُن کو جان لینا چاہیے کہ وہ صریح غلطی پر ہیں۔ انسان اللہ کے دیے ہوئے محدود اختیارات کا مالک ہے، اس کی عقل کی حد متعین ہے، سائنسی علم محدود ہے اور علم کا حقیقی سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جسے ان شاء اللہ بادلائل ثابت کیا جائے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾[بنی اسرائیل: ۳۶]

''اور ایسی بات کے پیچھے نہ پڑا کرو جس کا تمھیں علم نہ ہو۔''

وحی الٰہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اللہ رب العزت کے بارے میں سوچنے سے منع فرمایا کیوں کہ اس میں ہی ہماری فلاح و بہتری ہے۔ اور اس سے منع کرتے ہوئے آپ ﷺ نے اللہ کے فضل سے انسانیت کو درپیش آنے والی تباہی و بربادی سے بچالیا۔ ان شاء اللہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کی حقانیت پر بادلائل گفتگو کریں گے۔ اور یہ دلائل اسلام، عقل، منطق، فلسفہ، فطرت اور سائنس پر مشتمل ہیں۔ جس سے ملحدان شاء اللہ فرار حاصل نہ کر سکیں گے۔

انسان کا اختیار:

انسان اللہ کے دیے ہوئے محدود اختیارات کا مالک ہے۔ اللہ رب العزت نے لاتعداد معاملات سے اس کو محروم رکھا ہے۔ گو کہ انسان نے سائنس، جو اللہ کا عطائی علم ہے، کی بہ دولت بہ ظاہر ترقی کی ہے مگر اس کے باوجود لاتعداد اُمور اس کی رسائی سے بالاتر ہیں اور ان کے متعلق وہ اپنی انتہائی ذہانت اور سوچ و بچار کے باوجود حل تلاش کرنے سے قاصر اور بے بس ہے۔ مثلاً:

۱: انسان کو زندگی اور موت کا بالکل بھی اختیار نہیں۔ وہ کچھ بھی کر لے نہ تو اپنی زندگی کا ایک لمحہ بڑھا سکتا ہے اور نہ آنے والی موت کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا کر سکتا ہے۔ کوئی بھی انسان اس دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا مگر اس کو جانا پڑتا ہے، چاہے کوئی بڑے سے بڑا سائنس دان، فلاسفر، حکمران وغیرہ ہی کیوں نہ ہو جب موت کا وقت آ جاتا ہے تو نہ چاہتے ہوئے بھی اس کو جانا پڑتا ہے۔ لہٰذا وہ موت سے جان چھڑانے کا کوئی طریقہ نہیں سوچ سکتا۔ اس سے انسان کی بے بسی اور بے اختیاری کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾[النساء: ۷۸]

''تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمھیں آ پکڑے گی چاہے تم مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ ہو۔''

۲: انسان ہوا، پانی اور خوراک (Energy) کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور وہ کوئی ایسا طریقہ نہیں ڈھونڈ سکتا جس کے ذریعے وہ ان تینوں سے چھٹکارا حاصل کر سکے۔ بائیولوجی کے مطالعہ سے یہ

بات عیاں ہوتی ہے کہ انسان کی زندگی کی بنیاد اللہ کے بنائے ہوئے Anabolic اور Catabolic reactions (تعمیری اور تخریبی تعملات) پر ہے اور یہ Reactions ہوا، پانی اور خوراک کے بغیر قطعی طور پر ناممکن ہیں۔ انسان اپنے بازوؤں کو جتنی مرضی تیز حرکت دے وہ پرندوں کی طرح بغیر کسی سہارے کے ہوا میں اُڑ نہیں سکتا، انسان نیند کے آگے بے بس ہے وہ اس سے جان چھڑانے کا طریقہ نہیں سوچ سکتا۔ موجودہ سائنس اور عام مشاہدے کے مطابق انسانی جسم کے تمام اعمال انسان کے ارادے کے تابع نہیں ان کو سائنسی اصطلاح میں Involuntary actions کہتے ہیں مثلاً ''دل کی حرکت'' انسان جتنا مرضی زور لگالے دل کی حرکت کو اپنے ارادے کے تابع نہیں کرسکتا، اس کے علاوہ گردوں کی فلٹریشن، معدے کا خوراک ہضم کرنا، جگر و دیگر اعضاء کے افعال انسان کی مرضی کے تابع نہیں ہیں۔ انسان ان جسمانی افعال کے سامنے بے بس نظر آتا ہے۔ اور ان کو اپنی مرضی کے تابع لانے کا طریقہ نہیں سوچ سکتا۔ جب انسان اپنی ذات کے متعلق عاجز ہے تو وہ اللہ رب العزت کی بڑی عظیم ذات کے متعلق کیوں کر عاجز نہیں ہوسکتا؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ؇﴾[الروم:٥٤]

''اللہ ہی ہے جس نے تمھیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد قوت عطا کی پھر قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا بنایا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی جاننے والا قدرت والا ہے۔''

۳: انسان اللہ کی بنائی ہوئی زمین کی محوری گردش (Rotation) اور دائروی گردش (Revolution) کو تبدیل نہیں کرسکا، انسان سمندر کے سارے نمکین پانی کو میٹھا نہیں بنا سکتا، انسان چاند کی تاریخوں میں کمی بیشی نہیں کرسکتا، انسان مردوں کو دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا، انسان اللہ کے بنائے ہوئے سورج کو مغرب سے طلوع اور مشرق میں غروب نہیں کرسکتا، اجسام میں پائی جانے والی کشش ثقل کو ختم نہیں کرسکتا، انسان روشنی کے خط مستقیم میں چلنے والے قانون کو تبدیل نہیں کرسکتا، انسان پانی میں موجود اچھال کی قوت کو ختم نہیں کرسکتا، انسان عمل اور ردِعمل کے قانون کو بدل نہیں سکتا مگر اللہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ؇﴾

[الروم:٢٦]

''اور زمین و آسمان کی ہر ہر چیز اسی کی ملکیت ہے اور ہر ایک اس کے فرمان کے ماتحت ہیں۔''

اس طرح بے شمار کام انسان کی عقل سے بالاتر ہیں۔ اتنے بڑے کام تو درکنار انسان جلے ہوئے کاغذ کی راکھ سے دوبارہ کاغذ نہیں بنا سکتا، جس کا اعتراف موجودہ سائنس نے بھی کر دیا ہے۔ سائنس کے مطابق reactions دو اقسام کے ہوتے ہیں: reversible اور Irreversible reactions اور کاغذ کا جلنا Irreversible reaction ہے جس کو لوٹایا نہیں جا سکتا دوسرے الفاظ میں سائنس اس بات کا اعتراف کر چکی ہے کہ کاغذ کی راکھ سے دوبارہ کاغذ بنانے کا طریقہ سوچنا انسان کی سوچ سے بالاتر ہے۔ حقیقت میں انسان کچھ بھی نہیں کرسکتا مگر اللہ کے اذن سے اگر حقیر سے کاغذ کے متعلق انسان عاجز ہوسکتا ہے تو وہ اللہ رب العزت کی بڑی عظمت والی ذات کے متعلق کیوں کر عاجز نہیں ہوسکتا؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ؇﴾[المومنون: ٨٠]

(باقی صفحہ ٦ پر ملاحظہ فرمائیں)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

تذکرہ وخدمات شیخ الحدیث حافظ محمد بھٹوی رحمہ اللہ وعلمائے بھٹہ محبت

تصنیف: قاری محمد طیب بھٹوی
ناشر: ابوہریرہ اکیڈمی، ۳۷ کریم بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
ضخامت: ۲۳۸ صفحات۔ قیمت درج نہیں۔ سفید کاغذ، اچھی کمپوزنگ، بہتر طباعت، خوب صورت جلد
تبصرہ نگار: محمد اسحاق بھٹی

''بھٹہ محبت'' ایک قصبہ نما گاؤں ہے جو ضلع اوکاڑا میں واقع ہے۔ اس گاؤں میں جو برادریاں آباد ہیں ان میں ایک بھٹہ برادری ہے۔ جسے آرائیوں کی ایک شاخ قرار دیا جاتا ہے۔ اس برادری کے ایک بزرگ کا نام ''محبت'' تھا۔ اس بزرگ نے اس مقام کو جہاں یہ گاؤں آباد ہے، اپنا مسکن بنایا اوران کے نام کی وجہ سے اس گاؤں نے ''بھٹہ محبت'' کے نام سے شہرت پائی۔

اس گاؤں میں فقہی مسلک کے اعتبار سے احناف کے بریلوی حضرات آباد تھے۔ اور وہاں ایک ہی مسجد تھی جس کے امام اور مقتدی بریلویت سے تعلق رکھتے تھے۔ گاؤں میں پانچ وقت کی نمازیں تو بڑے اہتمام سے پڑھی جاتی تھیں لیکن جمعہ نہیں پڑھا جاتا تھا، اس لیے کہ دیہات میں جمعہ پڑھنا احناف کے نزدیک جائز نہیں۔ نمازِ جمعہ کے لیے فقہائے احناف نے کچھ شرائط مقرر کررکھی ہیں جو ان کے نزدیک دیہات میں نہیں پائی جاتیں۔ ''الجمعۃ فی القریٰ'' ایک مستقل مسئلہ ہے جو اس وقت ہمارا موضوع نہیں۔

پھر ایک دور آیا کہ ضلع ملتان کے موضع ''ککری والا'' سے جٹالہ خاندان کے لوگ بھٹہ محبت میں آئے اور وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ وہ زمیندار لوگ تھے اور مسلکاً اہل حدیث تھے۔ ان میں سے ایک بزرگ کا نام حافظ کرم دین تھا، جنھوں نے دہلی میں تعلیم حاصل کی تھی وہ بھٹہ محبت کی اس مسجد میں جمعہ پڑھنا چاہتے تھے لیکن احناف نے اس کی اجازت نہ دی۔ اس کے نتیجے میں یہ مسئلہ بحث ومناظرے کا موضوع بن گیا۔ پھر اہل حدیث حضرات نے الگ مسجد تعمیر کرلی اور جمعہ وجماعت کا سلسلہ باقاعدگی سے اس مسجد میں شروع کردیا گیا۔

بھٹہ محبت کی اولین شخصیت جنھوں نے اپنے گاؤں کے نام کی مناسبت سے ''بھٹوی'' کی نسبت اختیار کی وہ حافظ محمد بھٹوی تھے۔ ان کے بعد وہاں کے تقریباً سب علمائے کرام نے بھٹوی کی نسبت اپنالی۔

شیخ الحدیث حافظ محمد بھٹوی رحمہ اللہ نے نہایت مشکل حالات میں تعلیم حاصل کی۔ وہ ۱۹۱۰ء میں پیدا اور ۱۷ جولائی ۱۹۹۵ء کو فوت ہوئے۔ ان کے والد کا نام حسین اور دادا کا اسماعیل تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اُنھوں نے امرتسر کے مدرسہ غزنویہ کے بعض اساتذہ سے کسب علم کیا۔ پھر لکھوکے (ضلع فیروز پور) میں استاذِ پنجاب حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی کے حضور زانوئے شاگردی تہ کیا۔ بعدازاں دہلی جاکر حضرت مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی سے جامع ترمذی، صحیح مسلم، صحیح بخاری، تفسیر جلالین اور بعض دیگر کتابوں کی تکمیل کی۔

دہلی سے واپس آئے تو حضرت حافظ محمد گوندلوی محدث کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت حافظ صاحب کا سلسلہ تدریس اپنے آبائی مسکن گوندلاں والا میں جاری تھا۔ ان سے مقاماتِ حریری، حماسہ، متنبّی، سراجی، اقلیدس وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ ان دنوں حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور حافظ محمد

اسحاق حسینوی بھی حضرت حافظ صاحب کے حلقہ درس میں شامل تھے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد حافظ محمد بھٹوی نے اوڈاں والا ، جامعہ محمدیہ اوکاڑا، جامعہ سلفیہ فیصل آباد، دارالحدیث محمدیہ باغ عام خاص ملتان اور کامونکی وغیرہ مختلف مقامات میں فرائض تدریس انجام دیے۔ ان کے شاگردوں میں حافظ محمد یحیٰ عزیز میر محمدی، میاں محمد جمیل، مولانا محمد صدیق لائل پوری، مولانا عبداللہ امجد، حافظ عبدالسلام بھٹوی، مولانا عتیق اللہ بن میاں محمد باقر، قاری محمد طیب بھٹوی، قاری محمد حنیف ربانی، سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، مولانا عبدالعزیز طور اور دیگر بہت سے حضرات شامل ہیں۔ ان میں سے بعض وفات پا گئے ہیں اور بعض اللہ کے فضل سے خدمت دین میں مشغول ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ وفات شدگان کی مغفرت فرمائے اور زندوں کو اپنے دین کی خدمت کی توفیق سے نوازے۔

زیر نظر کتاب میں حافظ محمد بھٹوی مرحوم ومغفور کے حالات کافی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے ان کے بارے میں بہت سی معلومات قارئین کے علم میں آئیں گی اور پتا چلے گا کہ ہمارے اسلاف نے کس طرح علم حاصل کیا اور ان کی زندگی کے شب وروز کی گاڑی کن کن راہوں سے گزرتی ہوئی منزل مقصود تک پہنچی۔

کتاب میں مصنفِ نام دار قاری محمد طیب نے بیاسی (۸۲) بھٹوی علماء کے حالات قلم بند کیے ہیں اور یہ بہت بڑی خدمت ہے جو اُنھوں نے سرانجام دی۔ اس پر وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اپنے علاقے اور برادری کے اصحابِ علم کے تذکار ضبط تحریر میں لانا اور ان کے گونا گوں کارناموں کو اجاگر کرنا نہایت ضروری کام ہے اور یہ نہایت ضروری کام قاری صاحب ممدوح کی کوشش سے بہ طریق احسن ساحل تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ہی انھیں اس کارِخیر کی جزا دینے والا ہے۔

بعض اوقات دانستہ یا نادانستہ طور پر اپنے ممدوح کے لیے ایسی باتیں بھی قلم کی زبان سے نکل جاتی ہیں جن کا وقوع پذیر ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ حافظ عبدالسلام بن حافظ محمد بھٹوی کا تذکرہ کرتے ہوئے قاری محمد طیب بھٹوی فرماتے ہیں:

> ''اس وقت حافظ صاحب کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر چکی ہے۔'' (ص:۶۳)

''ہزاروں سے تجاوز'' کا مطلب کم سے کم ایک لاکھ تک پہنچتا ہے جو قطعی طور پر ناممکن ہے۔ اگر شاگردوں کی تعداد ایک ہزار بھی ہو جائے تو بہت ہے۔

کتاب کے صفحہ ۷۰ پر جناب مصنف نے جس انداز میں جماعت اہل حدیث میں اختلاف کا ذکر کیا ہے، میرے خیال میں اس کی ضرورت نہ تھی۔

''علماء واساتذہ کا ادب'' ذیلی عنوان قائم کر کے حافظ عبدالسلام بھٹوی اور ان کے عالم وفاضل استاد زادے قاری عبدالخالق رحمانی کے بارے میں جو الفاظ تحریر کیے گے ہیں، انھیں فاضل مصنف دوبارہ پڑھیں تو وہ صحیح نتیجے پر پہنچ جائیں گے۔ قاری عبدالخالق رحمانی کے جن الفاظ کو ''فتویٰ'' قرار دیا گیا ہے، وہ روا روی اور وقتی گفتگو کا ایک معاملہ تھا، اسے شرعی فتوے سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا، البتہ جس شخص نے ان کو ''پاگل دا پتر'' کہا اس نے نہایت بدتمیزی کا مظاہرہ کیا۔

یہاں یہ فقیر اپنے متعلق بھی چند الفاظ عرض کرنا چاہتا ہے۔ اس فقیر کی ۳۷-۳۸ تصانیف میں سے پندرہ سولہ کتابیں صرف برصغیر کے علمائے اہل حدیث کے تذکار پر مشتمل ہیں جو ہزاروں صفحات میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان میں ہزاروں علماء وزعماء کے واقعاتِ حیات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان کتابوں میں سے کسی کتاب میں اس فقیر نے جماعت کے اختلاف کا ذکر نہیں کیا، حالانکہ میں اس سلسلے کے تمام پہلوؤں سے آگاہ ہوں۔ گزشتہ طویل مدت سے آج تک جو اختلافات چلے آرہے ہیں ان کے ایک ایک جز کا مجھے علم ہے۔ کون سے اختلافات علمی نوعیت کے تھے، کون سے تنظیمی اور کون سے سیاسی

نوعیت کے ہیں اور کیوں ہیں۔ کن اختلافات کا پس منظر مفاداتی اور معاصراتی ہے، یہ فقیران سب معاملات سے اچھی طرح باخبر ہے۔ لیکن اللہ کی مہربانی سے اس معصیت کیش کا ہاضمہ اتنا قوی ہے کہ جماعتی اختلافات کا ذکر کرنے پر نہ کبھی قلم آمادہ ہوا اور نہ کبھی زبان اس پر تیار ہوئی۔ مجھے بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ جماعتی امانت ہے، اسے جماعت کے علم میں لانا چاہیے۔ میں کہتا ہوں: اختلافات کا سلسلہ نہ جماعتی امانت ہے اور نہ یہ کوئی شرعی مسئلہ ہے۔ اس کے اظہار سے لوگوں پر برا اثر پڑتا ہے اور جس کے اظہار کا لوگوں پر برا اثر پڑے، اس کے متعلق آپ خود ہی سوچ لیجیے کہ یہ کس ذیل میں آتا ہے، معصیت کے ذیل میں یا ثواب کے ذیل میں؟

بہ ہر حال کتاب بہت خوب ہے جس میں بھٹوی علماء کا موسم بہار پوری توانائی کے ساتھ اپنا جلوہ دکھا رہا ہے۔ میں نے پڑھنا شروع کی تو پوری کتاب پڑھ کر دم لیا۔ بھٹوی علمائے کرام کا تذکرہ معرض تحریر میں لانا ضروری تھا خوش قسمت ہیں قاری محمد طیب بھٹوی جنھوں نے یہ فریضہ ادا کر دیا اور غیر متعارف علماء کو متعارف کرا دیا اس پر علمائے بھٹہ کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ آرائیں برادری کو تو اظہار مسرت کرتے ہوئے لڈو بانٹنا چاہئیں کہ پہلی دفعہ کسی کتاب میں تقریباً سو آرائیں علماء کا اجتماع دیکھنے میں آیا ہے۔

یہاں چند الفاظ میں یہ بھی عرض کر دیں کہ آرائیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کے آباء و اجداد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاون تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں دمشق اور بیت المقدس کے درمیان ایک وسیع میدان ''اریحا'' میں آباد کیا تھا۔ اس اعتبار سے یہ ''اریحائی'' کہلاتے تھے۔ بعد ازاں یہ لوگ برصغیر میں آئے ''اریحائی'' کو ''ارائیں'' کہا جانے لگا۔

معلوم نہیں قاری محمد طیب بھٹوی اور ان کے ارائیں تعلق دار اپنی تاریخ کے بارے میں کچھ معلومات رکھتے ہیں یا نہیں اور اُنھوں نے ''تاریخ قوم ارائیاں'' اور ''سلیم التواریخ'' وغیرہ کتابیں پڑھی ہیں یا نہیں۔ میں نے یہ کتابیں پڑھی ہیں جو ارائیوں کے سلسلۂ تاریخ کی دلچسپ کتابیں ہیں۔ ارائیں برادری کے اخبارات ہفت روزہ ''الراعی'' وغیرہ بھی میں پڑھتا رہا ہوں۔ میاں عبدالعزیز مالواڈا (بارایٹ لا) کے حالات میں میری ایک کتاب چھپی ہے جو چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں ارائیوں کا تذکرہ خاصی تفصیل سے کیا گیا ہے۔

علمائے بھٹہ کا چونکہ ارائیں برادری سے تعلق ہے، اس لیے ارائیوں کی تاریخ سے متعلق بعض کتابیں ذہن میں آئیں اور ان کا ذکر کر دیا گیا۔



درود اُن پر سلام اُن پر

مصنف: محمد ابراہیم محمدی

ضخامت: ۵۶ صفحات

ناشر: ادارہ تعلیم الاسلام، وزیر آباد

موبائل نمبر: 0300-7108743

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

سورۂ احزاب کی آیت مبارکہ نمبر ۵۶ میں اللہ کریم کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [الاحزاب: ۵۶]

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔'' (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم)

(باقی صفحہ ۲۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۱۱۔ پیر محبّ اللہ شاہ راشدی۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد تھے؟

۱۲۔عبدالکریم مباہلہ۔ کیا قادیان میں مناظرہ قبول کیا جائے گا؟

۱۳۔ملک فتح محمد اعوان۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی باطل شکن مجاہدانہ تقریریں۔

۱۴۔محمد نظام الدین قادری ملتانی۔قہر یزدانی برقلعہ قادیانی۔

۱۵۔قاضی غلام ربانی شمس آبادی۔ ردِّ قادیانی۔

۱۶۔قاضی غلام ربانی شمس آبادی۔ مرزا کی غلطیاں۔

۲۹۷ء۸۹ اللہ وسایا

ا ۶۴۰۵ق قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ (پانچ مجلدات)، کل صفحات: ۲۹۵۲۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان۔

۲۹۷ء۸۹ مجاہد الحسینی

م۲۰۲م مولانا ابوالکلام آزاد کی مرزا قادیانی کے جنازے میں شرکت۔ص:۹۶۔ ۶۵ بی پیپلز کالونی، فیصل آباد۔

۲۹۷ء۹ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

و ۱۸۶ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء (مع ترجمہ) کشف الغطاء عن السنۃ البیضاء۔ جلد اول، ص: ۶۱۰۔ ناشر: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب آدام باغ، کراچی۔

۲۹۷ء۹ عبدالجبار

ع ۲۷ا اسلامی تاریخ کے دلچسپ اور ایمان آفریں واقعات، ص: ۳۸۴۔ ناشر: الہادی اردو بازار، لاہور۔

۲۹۷ء۹ عبداللہ ناصر رحمانی

ع ۴۵ ا اصدق القصص، ص: ۳۰۰۔ ناشر مدرسہ دارالسنۃ نگران مکران بلوچستان۔

۲۹۷ء۹ مشتاق سرور

ی۴۷۷ا اسلامی ثقافت و سائنس، ص: ۲۰۸۔ ناشر: نسیم بک ڈپو، حیدرآباد۔

م ۶۳ ا حافظ صلاح الدین یوسف

ی ۴۷۷ ا اسلامی خلفاء و ملوک اور تاریخ اسلام سے متعلق چند غلط فہمیوں کا اِزالہ، ص: ۶۶۔ دارالدعوۃ السّلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔

۲۹۷ء۹-ا حبیب الرحمان

ح ۲۷۴ا اشاعت اسلام المعروف بہ دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا، ص: ۶۲۹۔ مکہ پبلشنگ کمپنی، لاہور۔

۲۹۷ء۹.۹ عبدالحمید صدیقی

ع ۳۰ ا انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام، ص: ۲۲۲۔ اسلامک پبلشنگ ہاؤس۔

۲۹۷ء۹.۹ ابوالحسن علی ندوی

ح ۴۸ ا انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، ص: ۴۷۶۔ مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد، کراچی۔

۲۹۷ء۹۲ رفیق دِلاوری

ر ۴۷آ آئمہ تلبیس (حصہ اول)، ص: ۵۰۲۔ ناشر مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور۔

دینی مدارس کے طلباء کے لئے عظیم خوشخبری

ملک کی عظیم درس گاہ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن (فیصل آباد) میں ایک سالہ تخصص فی العقیدہ والدعوۃ کا آغاز کیا جا رہا ہے جو طلبا کے روشن مستقبل کا ضامن ہو گا ان شاء اللہ۔

خصوصیات

1۔ایک سال میں عقیدہ ودعوت کے موضوع پر قدیم وجدید کتب کا تعارف اوراہم مضامین کی تدریس شامل نصاب ہوگی۔

2:امام ابن تیمہ، امام ابن قیم، الشیخ محمد بن عبدالوھاب اور علامہ نواب صدیق الحسن رحمہم اللہ کی عقائد پر کتب خصوصاً شامل نصاب ہوں گی۔

3: تدریس کے فرائض عقائد کے ماہر اساتذہ کرام سرانجام دیں گے۔

4:سعودی عرب کے جید علماء کرام آن لائن لیکچر دیں گے۔

5: ہر طالب علم کو برائے تحقیق انٹرنیٹ کی سہولیات باہم میسر ہوں گی۔

6: جامعہ تعلیم الاسلام کی عظیم الشان لائبریری تخصص کے طلبا کے لئے ہمہ وقت گھنٹے کھلی رہے گی۔

7: ملک کے مشہورو معروف جید علماء کرام کا براہ راست اور آن لائن محاضرات (لیکچرز) کا انتظام ہوگا۔

8: تخصص کے طلبا کے لئے معیاری رہائش کا انتظام کیا جائے گا۔

9: بحوث لکھنے کے لئے سٹیشنری کا مکمل انتظام جامعہ کی طرف سے ہوگا۔

10: تدریس اردو اور عربی دونوں زبانوں میں ہوگی۔

مقاصد

☆ فارغ التحصیل طلبا میں علمی وتحقیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا۔

☆ کتاب وسنت کی روشنی اور فہم سلف کے مطابق عقائد کی تعلیم سے طلبا کو آراستہ کرنا۔

☆ عربی اور اردو میں تقریر وتحریر پر عبور حاصل کرنا۔

☆ طلبا میں دعوتی وتبلیغی صلاحیتوں کو نمایاں کرنا۔

☆ نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبا کو سعودی یونیورسٹیز میں داخلے کے مواقع مہیا کرنا۔

☆ طلبا میں اسقدر علمی استعداد پیدا کرنا کہ وہ کسی بھی مقام پر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر خدمت دین سرانجام دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں۔

شرائط

1: کسی جامعہ سے فارغ التحصیل یا وفاق المدارس السلفیہ سے شہادۃ العالیہ کا حامل ہونا ضروری ہے۔

2: کسی معروف شخصیت کا تزکیہ۔

3: زبانی ٹیسٹ۔

نوٹ

20 شعبان تک درخواستیں جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں وصول کی جائیں گی۔ آخری سند کی فوٹو کاپی ہمراہ ارسال کریں۔ 25 شعبان سے 30 شعبان تک جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں ٹیسٹ ہوگا۔ تخصص کی تعلیم 16 شوال سے 15 شعبان تک ہوگی۔

الداعی الی الخیر: حافظ مقصود احمد صدر وارا کین انجمن جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن (فیصل آباد)

فون: 041.3434221 — موبائل مدیر التعلیم: 0301.7062822

مدیر: 03334433203 — 0321.2103198